تنظیم اسلامی کا ترجمان

24

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30واں سال

18 تا 24 ذوالقعدہ 1442ھ/29 جون تا 5 جولائی 2021ء

اسلام یا جاہلیت......ایک فیصلہ کن دوراہا!

’’کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں؟ حالانکہ اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور کون ہوسکتا ہے۔‘‘ (المائدہ:50)

قرآن کی رو سے انسان پر انسان کی حاکمیت کا نام ’’جاہلیت‘‘ ہے۔ یہ انسان کی انسان کے لیے غلامی ہے‘ اللہ تعالیٰ کی بندگی و غلامی سے انحراف اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور الوہیت کا انکار ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی بجائے انسانوں کی بندگی اور غلامی کا اعتراف و اقرار ہے۔ قرآن کی نص کی رو سے ’’جاہلیت‘‘ کسی خاص زمانے یا دور کا نام نہیں ہے بلکہ ’’جاہلیت‘‘ ایک خاص حالت اور طریق زندگی کا نام ہے‘ یہ طریق زندگی کل بھی پایا جاتا تھا اور آج بھی پایا جاتا ہے۔ قرآن جاہلیت کو اسلام کے مدمقابل‘ اس کے نقیض اور ضد کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے۔ کوئی بھی زمانہ اور مقام ہو‘ جب کبھی لوگ اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے‘ اس صورت میں وہ اللہ کے دین کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ بصورت دیگر لوگ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اور ضابطوں کے تحت زندگی بسر کریں گے اور اس وقت ان کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہ ہوگا‘ اسی کا نام جاہلیت ہے۔ جو شخص اللہ کے احکامات اور اللہ کی عطا کردہ شریعت کو ترک کرتا ہے وہ دراصل جاہلیت کی شریعت اور حکمرانی کو قبول کرتا اور جاہلیت میں زندگی بسر کرتا ہے...... یہ ہے اسلام یا جاہلیت کا دوراہا! اللہ تعالیٰ اس دوراہے پر انسانوں کو کھڑا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انہیں اختیار حاصل ہے کہ اسلام یا جاہلیت میں سے جس کا چاہیں انتخاب کریں؟

تفسیر فی ظلال القرآن
سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

وہ طوفان اُٹھنے والا ہے......

ہم اور ہماری دینی ذمہ داریاں

اسلاموفوبک دہشت گردی

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (۷)

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

اسلامی نظمِ جماعت میں رخصت کا طریقہ

الھدیٰ (942)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ النُّور — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:62

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اِذَا کَانُوۡا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ یَذۡہَبُوۡا حَتّٰی یَسۡتَاۡذِنُوۡہُ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ اُولٰٓئِکَ
الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۚ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِبَعۡضِ شَاۡنِہِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡہُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۶۲﴾

آخری رکوع جو صرف تین آیات پر مشتمل ہے' اس میں خالص جماعتی زندگی سے متعلق احکام ہیں۔

آیت ۶۲: ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ﴾ ''مؤمن تو صرف وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر''

﴿وَاِذَا کَانُوۡا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ یَذۡہَبُوۡا حَتّٰی یَسۡتَاۡذِنُوۡہُ ؕ﴾ ''اور جب وہ کسی اجتماعی کام کے ضمن میں رسولؐ کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے جاتے نہیں جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لیں۔''

نبی اکرم ﷺ کے بعد یہی حکم آپؐ کے جانشینوں اور اسلامی نظمِ جماعت کے امراء کے لیے ہے۔ اس حکم کے تحت کسی جماعت کے تمام ارکان کو ایک نظم (discipline) کا پابند کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نظم و ضبط اس جماعت کے اندر نہیں ہوگا تو کسی کام یا مہم پر جاتے ہوئے کوئی شخص ادھر کھسک جائے گا' کوئی اُدھر چلا جائے گا۔ ایسی صورتِ حال میں کوئی بھی اجتماعی کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ اس حکم کے تحت لازمی قرار دے دیا گیا کہ کسی مجبوری یا عذر وغیرہ کی صورت میں اگر کوئی رخصت چاہتا ہو تو موقع پر موجود امیر سے باقاعدہ اجازت لے کر جائے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ۚ﴾ ''یقیناً جو لوگ آپؐ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر۔''

﴿فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِبَعۡضِ شَاۡنِہِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡہُمۡ﴾ ''پھر جب وہ آپؐ سے اجازت مانگیں اپنے کسی عذر کی وجہ سے تو آپؐ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیجیے''

رخصت دینے کا اختیار تو آپؐ ہی کے پاس ہے۔ یعنی اسلامی نظمِ جماعت کے لیے یہ اصول دے دیا گیا کہ اجتماعی معاملات میں رخصت دینے کا اختیار امیر کے پاس ہے۔ چنانچہ کوئی بھی ماتحت یا مامور شخص اجازت مانگنے کے بعد رخصت کو اپنا لازمی استحقاق نہ سمجھے۔

﴿وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمُ اللّٰہَ ؕ﴾ ''اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کیجیے۔''

اس لیے کہ وہ اجتماعی کام جس کے لیے حضور ﷺ اہلِ ایمان کی جماعت کو ساتھ لے کر نکلے ہیں' آپؐ کا ذاتی کام نہیں بلکہ دین کا کام ہے۔ اب اگر اس دین کے کام سے کوئی شخص رخصت طلب کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے ذاتی کام کو دین کے کام پر ترجیح دی ہے اور ذاتی کام کے مقابلے میں دین کے کام کو کم اہم سمجھا ہے۔ بظاہر یہ ایک بہت سنجیدہ معاملہ اور نازک صورتِ حال ہے' اس لیے فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کریں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۶۲﴾﴾ ''یقیناً اللہ بہت بخشنے والا' بہت رحم کرنے والا ہے۔''

کسی بھی اسلامی جماعت کے افراد کے درمیان ہمیں تین سطحوں پر درجہ بندی ہوتی نظر آتی ہے۔ پہلا درجہ ان ارکان کا ہے جو اپنے آپ کو دین کے کام کے لیے ہمہ تن وقف کر چکے ہیں۔ ان کے لیے دنیا کا کوئی کام اس کام سے زیادہ اہم اور ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے رخصت لینے کا کوئی موقع محل ہے ہی نہیں۔ اس سے نچلا درجہ ان ارکان کا ہے جو ایسے مواقع پر کسی ذاتی مجبوری اور ضرورت کے تحت باقاعدہ اجازت لے کر رخصت لیتے ہیں' جبکہ اس سے نچلے درجے پر وہ لوگ ہیں جو اجازت کے بغیر ہی کھسک جاتے ہیں۔ گویا ان کا دین کے اس کام سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ اس درجہ بندی میں اوپر والے زینے کے اعتبار سے اگرچہ درمیان والا زینہ کم تر درجے میں ہے لیکن نچلے زینے کے مقابلے میں بہر حال وہ بھی بہتر ہے۔

یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ اسلامی جماعتوں کے اجتماعات کے موقع پر بعض رفقاء نہ تو اجتماع میں شامل ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے نظم سے رخصت لیتے ہیں۔ نہ وہ پہلے بتاتے ہیں نہ ہی بعد میں معذرت کرتے ہیں۔ گویا انہیں کوئی احساس ہی نہیں نہ نظم کی پابندی کا اور نہ اپنی ذمہ داری کا۔ ان سے وہ رفقاء یقیناً بہتر ہیں جو اپنا عذر پیش کر کے اپنے امیر سے باقاعدہ رخصت لیتے ہیں۔ لیکن ان سب درجات میں سب سے اونچا درجہ بہر حال یہی ہے کہ دین کے کام کے مقابلے میں دنیا کے کسی کام کو ترجیح نہ دی جائے۔ اس درجے پر فائز لوگوں کے ذاتی کام اللہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کاموں کو پس پشت ڈال کر اللہ کے کام کے لیے نکلتے ہیں تو ان کے کاموں کو اللہ خود سنوارتا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
18 تا 24 ذوالقعدہ 1442ھ جلد 30
29 جون تا 5 جولائی 2021ء شمارہ 24
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا..................(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ طوفان اُٹھنے والا ہے کنارے ڈوب جائیں گے

گزشتہ ایک صدی کے حالات و واقعات پر نگاہ ڈالیں تو تجزیاتی اور جستجو کرنے والا انسانی ذہن یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ کوئی نظر نہ آنے والی عالمی حکومت یا گروہ اس دنیا کو ایک خاص سمت اور ڈھب پر لا رہا ہے۔ یہ انتہائی طاقتور اور بارسوخ گروہ امریکہ اور اسرائیل سمیت دنیا کے اکثر ممالک میں اپنی مرضی کی حکومتیں لاتا ہے۔ ایک خاص ذہنیت کے حامل افراد کو ان حکومتوں کی سربراہی دیتا ہے اور پھر اپنے پلان اور ایجنڈے کے مطابق اعلیٰ ترین سطح پر ان سے فیصلے کروائے جاتے ہیں۔ گزشتہ صدی کے حالات اور واقعات کا جائزہ اگر پہلی جنگ عظیم سے لیا جائے تو عجب معاملہ نظر آتا ہے کہ یورپ کے عیسائی ممالک آپس میں لڑتے ہیں، جرمنی اور اتحادی میدان جنگ میں اترتے ہیں۔ فریقین کو ایک ہی یہودی خاندان سپورٹ کر رہا ہوتا ہے۔ جنگ عیسائیوں کے درمیان ہوتی ہے شامت مسلمانوں کی آجاتی ہے۔ خلافت کے ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی ہے۔ برطانیہ فاتح ہوتا ہے لیکن بالفور ڈیکلریشن سے ایک تیسرے فریق یعنی یہودیوں کو تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ انہیں سرزمین فلسطین میں آباد ہونے کا حق حاصل ہے۔ دوسری عالمی جنگ بھی ان ہی فریقین کے درمیان ہوتی ہے۔ لڑتے عیسائی ہیں لیکن مشرق وسطیٰ کے مسلمان ممالک کی سرحدیں تبدیل ہوجاتی ہیں اور مشرق وسطیٰ میں مسلمان ممالک کے عین وسط میں ایک یہودی ریاست قائم ہوجاتی ہے۔ اسی جنگ کے نتیجہ میں لیگ آف نیشنز نامی عالمی ادارے کا خاتمہ کرکے اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا جاتا ہے، جس میں چند بڑے ممالک کو ویٹو پاور دے دی جاتی ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے نتیجہ میں برطانیہ کامیاب ہونے کے باوجود بہت کمزور پڑ جاتا ہے اور عام انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل یہ عالمی حکومت طاقت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ برطانیہ اس منتقلی پر سرتسلیم خم کر دیتا ہے۔ دنیا دو سپر پاورز امریکہ اور سوویت یونین میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ لیکن جلد ہی امریکہ کو واحد سپریم پاور بنانے کے لیے سوویت یونین کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا جاتا ہے اور وہ بالآخر شکست و ریخت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ظاہری طور پر بھی نظر آنے والی عالمی بادشاہت قائم ہو جاتی ہے۔ اب ڈر کس بات کا ہے سیّاں بنا کوتوال لہٰذا نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ جسے بہت صحیح طور پر جیو ورلڈ آرڈر کہا گیا۔ مشرق وسطیٰ میں ایسی قوتیں یا ایسے ممالک جو کل کلاں اسرائیل کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے تھے مثلاً مصر، عراق، لیبیا وغیرہ کی قوت کو مختلف انداز میں ختم کیا گیا جیسے مصر میں فوجی بغاوت کروا کر سفارتی اور سیاسی سطح پر اُسے فتح کرلیا جاتا ہے اور عراق اور لیبیا کا ایسا بھرکس نکالا جاتا ہے کہ وہ شاید صدیوں اپنی طاقت بحال نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا اب مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو کوئی چیلنج درپیش نہیں ہے۔ البتہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد روس کا اتنی جلدی کھڑا ہو جانا اور چین کا ایک نئی عالمی قوت کی حیثیت سے اُبھرنا شاید اس مخفی حکومت کے ایجنڈے کا حصہ نہ تھے۔ اگرچہ امریکہ کو کھلی چھٹی نہ دینا اور وقت آنے پر عالمی قوت کے مرکز کو واشنگٹن سے یروشلم لے جانا اصل ایجنڈا تھا اور شاید اِسی لیے امریکہ کو

افغانستان میں پھنسایا گیا تھا۔لیکن روس اور چین یوں امریکہ کے راستے میں حائل ہوجائیں گے اور ایک اسلامی ملک بھی ایٹمی قوت کا حامل ہوجائے گا، یہ سب کچھ اُس خفیہ عالمی حکومت کی منشا اور ایجنڈا کے مطابق نہ تھا،لہٰذا عالمی قوت کا مرکز واشنگٹن سے یروشلم منتقل کرنے کا پروگرام عارضی طور پر ملتوی کر دیا گیا ہے کیونکہ ایشیا میں حالات کو اپنے موافق بنانے کے لیے اس عالمی گروہ کو فی الحال امریکہ کی عسکری قوت استعمال کرنا پڑے گی۔ اسی قوت کو بے دریغ استعمال کرنے کے لیے انتخابی دھاندلی سے ٹرمپ کو ہرا کر جو بائیڈن کو لایا گیا جو اپنی زندگی کے اوّلین حصہ میں بعض حادثات سے دوچار ہوا جس سے وہ ایک نفسیاتی مریض بن گیا اور وحشتنا کی اُس کے مزاج کا حصہ بن گئی۔ اوباما دور میں امریکہ کے نائب صدر کی حیثیت سے وہ جنگ وجدل کا مظاہرہ کر چکا ہے۔اُدھر اسرائیل میں نیتن یاہو کی جگہ نفتالی بینٹ حکمران بنا جو ایک جنونی ہے۔ وہ فلسطینیوں سے زندگی کا حق بھی چھین لینے کا قائل ہے۔

امریکہ افغانستان سے اپنی فوجیں نکالنے کی تاریخ دے چکا ہے۔ ہمارے بعض سادہ لوح پاکستانی بھائی یہ آس لگا بیٹھے ہیں کہ امریکہ افغانستان سے مکمل طور پر فارغ ہوجائے گا جس کے بعد افغان طالبان اشرف غنی کی کمزور حکومت کو پچھاڑ دیں گے اور افغان طالبان بڑی سہولت سے افغانستان میں اسلامی نظام قائم کر کے حکومت کریں گے۔ ہماری رائے میں ایسا کرنا آسان نہیں ہوگا۔ یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں پہنچ کر مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال اور افغانستان میں امن کے قیام کا مسئلہ باہم جُڑ جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر اسرائیل کی پارلیمنٹ پر یہ کندہ ہے ’’اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک‘‘ تو کیا یہ ہدف اسرائیل پُرامن رہتے ہوئے خاموشی سے اپنی موجودہ حدود میں چین کی بانسری بجاتے ہوئے حاصل کر لے گا؟ ظاہر ہے اُسے اپنے اصل اہداف کی تکمیل کے لیے باہر نکل کر جارحیت کرنا ہوگی۔ دوسری طرف امریکہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے راستے میں رکاوٹ بننے کے لیے اور وسطی ایشیا کے وسائل چین کی پہنچ سے بچانے کے لیے پھر یہ کہ پاکستان کے ایٹمی اسلحہ سے نمٹنے کے لیے افغانستان سے اپنی موجودگی مکمل طور پر ہرگز ختم نہیں کرے گا۔ وہ زمینی فوج کا بھی شاید مکمل انخلاء نہ کرے اور کنٹریکٹرز اور بلیک واٹر جیسی پرائیویٹ مسلح تنظیم اور داعش اُس کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے موجود رہیں اور وہ افغانستان کے پڑوس میں حاصل کردہ فضائی اڈوں سے بھی بمباری جاری رکھے گا۔ وہ بھارت اور اسرائیل کی مدد سے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر بھی حملہ آور ہوگا کیونکہ یہ گریٹر اسرائیل کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے ناگزیر ہے، لازم ہے۔ اس موقعہ پر چین کا جنگ میں کودنا خود چین کے دفاع کے لیے لازم ہوجائے گا وگرنہ چین کا زمینی گھیراؤ ہوجائے گا۔

امریکہ اور اسرائیل بھرپور کوشش کریں گے کہ یہ جنگ ایشیا تک محدود رہے لیکن اوّل تو چین ہی اِسے براعظم یورپ تک پھیلا دے گا اور اگر روس بھی چین کے اتحادی کے طور پر امریکہ، بھارت، اسرائیل کے اتحادِ ثلاثہ کے خلاف جنگ میں شامل ہوگیا تو اس صورت میں جنگ پورے یورپ میں پھیل جائے گی اور شاید تیسری عالمگیر جنگ چھڑ جائے۔ اِس لیے کہ یہ ساری صورتِ حال تو صرف زمینی اور فضائی جنگ میں بنے گی۔ علاوہ ازیں امریکہ، آسٹریلیا اور جاپان کی مدد سے چین کا سمندری گھیراؤ کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔ جس سے جنگ جنگل کی آگ کی طرح سارے کرۂ ارض میں پھیل جائے گی۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ایشیائی ممالک ہرگز جنگ نہیں چاہتے جبکہ امریکہ اور یورپ ایشیا تک محدود جنگ چاہتے ہیں۔ صرف اسرائیل پوری دنیا کو جنگ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ اِس لیے کہ وہ خفیہ عالمی حکومت یا طاقتور گروہ امریکہ سمیت کسی کا سجن نہیں۔ اُس کے سر پر یہودیوں کی عالمی حکومت قائم کرنے کا جنون سوار ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ایک ایسی جنگ ہونی چاہیے جو دنیا کی آبادی کو بہت کم کر دے کیونکہ 7 ارب کی دنیا کو ڈیڑھ کروڑ یہودی نہیں سنبھال سکیں گے۔ ایسے میں وہ قتل وغارت گری اور خون خرابہ ہوگا اور شاعر کے شعر کا یہ مصرعہ عملی شکل اختیار کرے گا کہ۔

وہ طوفان اُٹھنے والا ہے کنارے ڈوب جائیں گے

یہ سب انسانوں کی چالبازیوں اور مکروفریب کا نتیجہ ہوگا۔ صرف امتِ مسلمہ کے افعال وکردار سے ہمیں خوف محسوس ہو رہا ہے کیونکہ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ وقت کی امتِ مسلمہ اگر اللہ کی نافرمان ہوجائے بلکہ بغاوت پر اُتر آئے تو اسے کسی ذلیل اور رسوائے زمانہ قوم سے جوتیاں مروائی جاتی ہیں۔ ہمیں صرف ایک سہارا حاصل ہے۔ ہماری اُمیدیں صرف ایک بات سے وابستہ ہیں، وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں اور ہم آخری امتِ مسلمہ ہیں۔ قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور حتمی کتاب ہے۔ لہٰذا ہماری پسپائی اور شکست یقیناً عارضی ہوگی۔ بالآخر یہ امت خوابِ خرگوش سے جاگ اُٹھے گی۔ ہم اسلام کی طرف لوٹیں گے ان شاء اللہ اور قیامت قائم ہونے سے پہلے تمام دنیا اسلام کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔ لیکن اِس کے باوجود قارئین کرام ہمارے لیے انتہائی اہم سوال یہ ہے کہ اس کامیابی اور عروج میں ہمارا حصہ کتنا ہوگا کیونکہ روزِ قیامت سب کو فرداً فرداً پیش ہونا ہے، سب کو اپنا حساب دینا ہے۔ ہمیں بتانا ہوگا کہ دین کے قیام اور اُس کی سرفرازی میں ہمارا رول کیا تھا۔ کیا ہم نے حقیقی معنوں میں اللہ کی بندگی اختیار کی تھی اور کیا ہم نے دین کی دعوت عوام تک پہنچائی تھی اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں ہم نے اپنا جان ومال کھپایا تھا۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں ہماری مدد فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

ہم اور ہماری دینی ذمہ داریاں

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

جامع مسجد انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 14 جون 2021ء کے خطاب کی تلخیص

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اہل ایمان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ﴾ ’’یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔‘‘ (التوبۃ:111)

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سودے کی حاجت نہیں۔ اللہ تو بے نیاز ہے، سودے کے محتاج تو ہم ہیں لیکن یہ اللہ کی شان کریمی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ترغیب وتشویق کے لیے مختلف اسالیب اختیار کرتا ہے تاکہ ان میں عمل کا جذبہ پیدا ہو۔ ورنہ جنت کا بدلہ یا معاوضہ کون دے سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپؐ بھی؟ فرمایا: ہاں! میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ کی رحمت میرے شامل حال نہ ہوجائے۔‘‘

معلوم ہوا کہ اللہ کی شان کریمی کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ یہاں جو جان ومال خریدے جانے کا ذکر ہورہا ہے یہ تشویق کے لیے ہے۔ حالانکہ نہ جان ہماری، نہ مال ہمارا، نہ صلاحیتیں ہماری، سب کچھ اسی کا ہے۔ اگر اسی کے حکم پر لگادیں تو اپنا فرض ہی ادا کیا، اس میں کمال کی کیا بات ہے؟ مگر یہ اس کی شان کریمی ہے کہ اپنے ہی عطا کردہ جان ومال اور صلاحیتوں کو لگانے کا تقاضا کرتا ہے اور بندے لگائیں تو ان کو قبول فرمانے کا اعلان فرماتا ہے اور اس سے بڑھ کر اپنی رضا کا مقام جنت عطا کرنے کی بشارت دیتا ہے۔ جنت بذاتِ خود ایک بہت بڑا موضوع ہے۔ اس کی قدر وقیمت اور شان و شوکت کا اندازہ ہم دنیا میں نہیں لگا سکتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بندہ دنیا میں اللہ کی راہ میں مشقتیں اور مصائب جھیلتا رہا۔ یوم حشر اللہ فرشتے سے کہے گا کہ اس بندے کو جنت میں صرف ایک غوطہ لگا کر واپس لاؤ۔ فرشتہ حکم کی تعمیل کرے گا اور اس کے بعد اس بندے کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اللہ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! تو نے دنیا میں کبھی کوئی تکلیف ومصیبت دیکھی ہے؟ وہ کہے گا کہ میں نے کوئی تکلیف اور مصیبت کبھی دیکھی ہی نہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں بیان ہوا کہ آخری بندہ جو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اس کی جنت اس دنیا سے دس گنا بڑی ہوگی۔ جنت کی قدر وقیمت اور اہمیت کا

مرتب: ابو ابراھیم

اندازہ ان اصحابؓ کو تھا جن کی تربیت رسول اللہ ﷺ کے سائے میں ہوئی تھی۔ ایک غزوے میں ایک صحابیؓ نے کھجوریں کھاتے ہوئے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اگر اس جنگ میں میں شہید ہوجاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت ملے گی۔ ان صحابیؓ نے کھجوریں ادھر ہی چھوڑیں اور جنگ میں کود پڑے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

میرے بھائی بزرگو! امام جعفر صادق ؒ نے فرمایا کہ یہ میری جان کوئی اتنی ہلکی یا گھٹیا شے نہیں کہ اس کو کسی ہلکے یا گھٹیا کام میں لگا کر ختم کردیا جائے۔ یہ جان تو وہ جان ہے کہ جس کے بدلے اللہ کی جنت حاصل کی جاسکتی ہے۔ انسان کی زندگی، صلاحیتیں اور وقت بڑی قیمتی اشیاء ہیں کہ ان کو کام میں لاکر جنت کی دائمی زندگی خریدی جاسکتی ہے۔ لیکن آج امت کو دیکھتے ہی بڑا افسوس ہوتا ہے۔ کہاں رات گئے اللہ سے راز ونیاز کی باتیں مومن کا شیوا ہوتی تھیں اور کہاں آج انٹرنیٹ، موبائل پیکجز اُمت کو کن کاموں میں مصروف رکھتے ہیں اور ان پیکجز کے نام دیکھو: ’’سب کچھ کہہ دو، یاری کال پیکج وغیرہ۔ استغفر اللہ۔ یعنی بے حیائی کی کھلی دعوت۔ حالانکہ مومن تو اپنی صلاحیتوں اور اپنے وقت کو اپنے ذمے قرض سمجھتا ہے کہ ان کے بارے میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ حدیث میں آیا کہ: بندے کے قدم حساب کی جگہ سے ہٹ نہیں سکیں گے جب تک کہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے:

(1) عمر کن کاموں میں گزاری۔ (2) جوانی کہاں ضائع کی۔ (3) مال کہاں سے کمایا۔ (4) مال کہاں خرچ کیا۔ (5) اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔

اللہ ہمیں ہماری زندگیاں قیمتی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ زیر مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ﴾ ’’وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔‘‘

جنت کا حصول کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اللہ کی جنت مشقتوں میں گھری ہے اور جہنم لذتوں میں گھری ہے۔ فجر کی نماز کے لیے اُٹھنا ہے تو نیند قربان کرنا پڑے گی، ہاں نماز ضائع کردو تو مشقت نہیں، اسی طرح پڑے رہو، سوتے رہو، مزے کرتے رہو تو اس کا انجام جہنم ہے۔ جس کی منزل جنت ہے اس کی زندگی کا سفر مشقتوں بھرا ہوگا۔ حق کے راستے پر، اقامت دین کی جدوجہد میں بندۂ مومن کو اپنی جان، مال اور ہر شے کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے نہ کسی غزوے میں شرکت کی نہ اس کے دل میں تمنا تھی کہ اللہ کی راہ میں اس کی جان پیش ہوجائے تو وہ حالت نفاق میں دنیا سے جارہا ہے۔

تمنا تو ہو، بندہ دعا بھی کرے اور اس کے لیے جدوجہد کرے تاکہ جب کبھی باطل سے ٹکراؤ ہو تو جان دینے کا موقع تو آئے۔ ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اکثر یہ بیان بھی کرتے ہیں کہ مسلم معاشروں میں اگر

نفاذ دین کی جدوجہد میں تصادم کا مرحلہ آتا ہے تو ہم جان دینے کے لیے تیار ہوں گے لیکن جان لینے کے لیے نہیں۔ کیونکہ مسلمان کی گردن اڑانا مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذوق شہادت عطا فرمائے۔

اللہ کی راہ میں جان پیش کرنا اس سودے کے تقاضوں کی انتہائی شکل ہے جس کا اللہ نے یہاں ذکر کیا۔ اس کے نیچے نیچے دیگر تمام شکلیں آجاتی ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، رزق حلال کے لیے محنت، حرام سے اجتناب، وراثت کی صحیح طور پر تقسیم اور دین کے تمام تقاضے اور فرائض و واجبات وغیرہ۔ ان سب پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔ یعنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی بندگی میں گزرے۔ ہر ایک صلاحیت اللہ کی راہ میں صرف ہو۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ماحول میں جنت نہیں ملتی۔ کبھی خون بہانا پڑتا ہے، کبھی پسینہ بہانا پڑتا ہے۔ محمد مصطفی ﷺ کا خون اطہر اس پوری کائنات میں سب سے مبارک خون ہے جو طائف میں بہا ہے، غزوہ اُحد میں بہا ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد مقدس ترین جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے جس نے لاکھوں کی تعداد میں اللہ کی راہ میں اپنی جانیں پیش کی ہیں تب دنیا میں اسلام پھیلا ہے۔ یہ سب قربانیاں کس لیے پیش کی گئیں؟ جنت کو دیکھا تو نہیں تھا لیکن غیب پر ایمان تھا اور یہ سارا امتحان غیب کی بنیاد پر ہو رہا ہے ورنہ تو فرعون غرق ہو رہا تھا اور عالم دنیا سے عالم برزخ میں جا رہا تھا تو کہنے لگا: میں ایمان لے آیا۔ اللہ نے فرمایا: ﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۹۱﴾ (یونس) ''کیا اب (تو ایمان لا رہا ہے)؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا ہے اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔'' آنکھوں سے دیکھ کر کون نہیں مانے گا؟ لیکن اصل امتحان غیب پر ایمان لانا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ (البقرۃ: 3) ''جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر''

یہ سارا غیب کا سودا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ﴾ ''یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے سچا' تورات' انجیل اور قرآن میں۔'' (التوبہ: 111)

ہم میں سے جو ملازمت پیشہ لوگ ہیں وہ اس وعدے پر پورا مہینہ کام کرتے ہیں کہ مہینے بعد تنخواہ مل جائے گی۔ اس اُمید کی بنیاد پر ہم اپنی جان، صلاحیتیں اور وقت لگاتے ہیں، مزدور دہاڑی ملنے کی اُمید پر خون پسینہ بہاتا ہے۔ اس لیے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا مالک اسے ضرور معاوضہ دے گا۔ ہم مسلمانوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ہم مانتے تو ہیں کہ آخرت ہے، جنت بھی ہے لیکن شاید ہمیں یقین نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یقین ہوتا تو اس کے لیے ہم اسی طرح محنت کرتے، خون پسینہ بہاتے جس طرح ہم اپنی تنخواہ یا دہاڑی کے لیے کرتے ہیں۔ مزدور یا تنخواہ دار کا مالک، کمپنی، محکمہ فراڈ کر سکتا ہے لیکن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان، مال، صلاحیتیں اور وقت لگائیں گے ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ یہ اس کائنات کے رب کا وعدہ ہے جو قرآن میں بھی ہے، انجیل میں بھی اور تورات میں بھی۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۱﴾ ''اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔'' (التوبہ: 111)

لفظ بیع کے لغوی معنی ہیں بیچ دینا۔ زندگی اللہ کی دی ہوئی ہے اسی کی اطاعت میں گزارو۔ اپنی جائز خواہشات کو پورا کر سکتے ہو لیکن اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر۔ اسی سے لفظ بیعت بنا۔ محمد مصطفی ﷺ نے اجتماعی امور کی انجام دہی کے لیے بیعت کی بنیاد پر ایک نظم قائم کرنے کا تصور دیا۔ چودہ صدیوں سے اُمت کے اجتماعی امور کی انجام دہی کے لیے یہی تصور رائج ہے۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی۔ سورۃ الفتح میں ذکر آتا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی خلافت بیعت کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ بعد کی تحریکیں جیسے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تحریک، ماضی قریب میں تحریک شہیدین بھی بیعت کی

پریس ریلیز 25 جون 2021ء

وزارتِ خارجہ کابل ایئرپورٹ کی سیکیورٹی پر ترکی پلان کو واضح طور پر مسترد کرے

شجاع الدین شیخ

وزارتِ خارجہ کابل ایئرپورٹ کی سیکیورٹی پر ترکی پلان کو واضح طور پر مسترد کرے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکی افواج کو انخلاء کے لیے محفوظ راستہ دینا الگ بات ہے لیکن انخلاء کے بعد دنیا کے کسی بھی ملک کے ایک سپاہی کا بھی افغانستان میں ٹھہر جانا صرف امریکی مفادات کا تحفظ کرنا ہوگا اور افغانستان میں امن کے قیام میں رکاوٹ بنے گا۔ اُنھوں نے سوال کیا کہ کیا تُرکی یہ پسند کرے گا کہ اُس کے ملک کے کسی ہوائی اڈے کو کسی دوسرے ملک کی افواج کے سپرد کر دیا جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ پاکستان کو کابل کے ہوائی اڈے کی حفاظت کے حوالے سے تُرکی پلان کی کھل کر اور شدت سے مخالفت کرنی چاہیے اور یہ دوٹوک اعلان کر دینا چاہیے کہ پاکستان اِس نوع کے کسی پلان کا حصہ نہیں بنے گا جس میں افغانستان کی خودمختاری پر حرف آئے۔ افغانستان پر حکومت کرنے اور نظام حکومت کے حوالے سے لائحہ عمل بنانے کا حق صرف افغانیوں کو حاصل ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جو ملک بھی افغانستان میں اپنی فوج رکھنے یا کسی اور طریقے سے افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے گا اُسے ویسے ہی انجام کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ آج امریکہ کر رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ مسلم ممالک کا اصل فریضہ تو یہ ہے کہ وہ افغانستان میں دوبارہ اسلامی حکومت قائم کرنے میں مکمل اور بھرپور تعاون کرے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بنیاد پر قائم ہوئیں۔ الحمدللہ! بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسی سنت کو زندہ کیا اور تنظیم اسلامی کی جماعت اسی طریقے پر قائم ہوئی۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

آگے ارشاد ہوا:

﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾﴾ ’’اور یہی ہے بڑی کامیابی۔‘‘ (التوبۃ:111)

سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ اللہ راضی ہو جائے اور یوم حشر اللہ کہہ دے:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾﴾ (الفجر) ’’اے نفس مطمئنہ! اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی، وہ تم سے راضی۔ تو داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!‘‘

ساری زندگی کی محنتوں کے بعد اگر اللہ کو نہ پایا تو کیا کریں گے؟ کیا یہ ہماری ترجیح اول ہے؟ ہم سب سوچیں۔ ہمارے لیے یہ ٹیسٹ ہے۔ ہم خود کو اور اپنی اولاد کو کہاں دیکھنا چاہتے ہیں؟ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم اور بڑے سے بڑا عہدہ، بیس لاکھ ماہانہ سیلری بھی اگر ہو گئی زندگی تو چند روزہ ہے۔ آخرت میں اللہ کو نہیں پایا تو کیا پایا؟ ایک صاحبِ حکمت سے پوچھا گیا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا سوچا ہے؟ کوئی ویژن، کوئی مشن؟ کہا میرا ویژن قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾﴾ (الفجر)

روزِ محشر میرا رب بس اتنا کہہ دے یہی میرا مشن اور یہی میرا ویژن ہے۔ اگر یہ فکر نہیں تو پھر کس بات کا ایمان ہے؟ کتنی فکر ہے کہ میرے ماں باپ میرے ساتھ جنت میں ہوں، میری بیوی، میرے بچے میرے ساتھ جنت میں ہوں۔ کیا یہ واقعی محبت ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھوں جن سے میں اتنی محبت کرتا ہوں اور اتنا کچھ اُن کے لیے کر رہا ہوں؟ لہٰذا انسان کے لیے سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ روزِ محشر اسے اللہ کی رضا و جنت حاصل ہو جائے۔ وہ کون خوش قسمت ہوں گے؟ فرمایا:

﴿اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّاۗىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ﴾ (التوبۃ:112) ’’توبہ کرنے والے (اللہ کی) بندگی کرنے والے (اللہ کی) حمد کرنے والے دُنیوی آسائشوں سے لاتعلق رہنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔‘‘

جنت کے مستحق قرار پانے والے خوش قسمت لوگ وہ ہوں گے جو (1) توبہ کرنے والے ہوں گے۔ یہ تصور رکھنا کہ توبہ استغفار کا اہتمام فقط گناہوں پر کرنا چاہیے یہ بات درست نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہر نماز میں سلام پھیرتے ہی پڑھتے تھے:

اللہ اکبر، استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ

جنت والے بڑے عاجزی والے ہوتے ہیں، اپنی عبادات پر، اپنے علم پر تکبر نہیں کرتے بلکہ اس کی کمی کوتاہی پر اللہ کے حضور استغفار کرتے ہیں۔ (2) وہ جو عبادت کرنے والے ہوں گے۔ دین کے جامع تصور میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ عبادت صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر انفرادی اور اجتماعی گوشے میں اللہ کی بندگی کا نام عبادت ہے۔ (3) حمد کرنے والے۔ حمد میں تعریف کا پہلو بھی ہوتا ہے اور شکر کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو دعائیں ہمیں سکھلائیں وہ بھی حمد و شکر کی شکلیں ہیں لہٰذا ان کا اہتمام بھی ضروری کرنا چاہیے۔ (4) روزہ رکھنے والے یا دنیوی لذتوں سے رکنے والے۔ اس سے مراد رہبانیت ہرگز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ خواہشات نفس کی بندگی نہ کی جائے (6،5) رکوع اور سجدہ کرنے والے۔ اشارہ نماز کے اہتمام کی طرف ہے۔

یہ چھ صفات ہیں جو ہمیں یاد ہیں لیکن اگلی تین صفات جو یہاں بیان ہو رہی ہیں ایسی ہیں جن کو دنیا کا بہت بڑا طبقہ بھلا چکا ہے اور اُمت کا بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو سرے سے ان ذمہ داریوں اور فرائض کا انکار کر رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾﴾ (التوبۃ:112) ’’نیکی کا حکم دینے والے بدی سے روکنے والے اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ ان اہل ایمان کو بشارت دے دیجیے۔‘‘

یہ تین صفات یا ذمہ داریاں ہماری اجتماعی ذمہ داریوں کے حوالے سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اس کام کے لیے چنا تھا۔ سورۃ الحج میں فرمایا:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (آیت:78) ’’اُس نے تمہیں چن لیا ہے۔‘‘

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کو چُنا اور اب ختم نبوت کے بعد اللہ نے ہم مسلمانوں کو یہ ذمہ داری بخشی ہے۔ فرمایا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ’’تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔‘‘ (آل عمران:110)

یہ اس اُمت کی اتنی اہم ذمہ داری ہے کہ قرآن حکیم میں تقریباً دس مرتبہ بالکل ساتھ ساتھ اس کی تاکید کی گئی۔ جہاں نیکی کا حکم دینا ضروری ہے وہاں برائی سے روکنا بھی ضروری ہے۔ بلکہ بعض اعتبارات سے منکر سے روکنے کی اہمیت زیادہ ہے کیونکہ پچھلی قوموں کو دیکھیں تو ان پر عذاب منکرات کے ارتکاب کی وجہ سے آئے۔

آج امت زوال اور مظلومیت کا شکار ہے، قتل وغارت گری کا شکار ہے، سستا ترین خون اس امت کا ہے جو ہر وقت بہتا ہے آخر کیوں؟ کیا اللہ کو ہم پر رحم نہیں آتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُمت نے اس ذمہ داری کو چھوڑ دیا جس کے لیے اس کو چُنا گیا تھا۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اللہ قرآن میں مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ جب تمہیں زمین میں اختیار دیا جائے تو تم نے یہ کام کرنے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ﴾ (الحج:41) ’’وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔‘‘

یہ ہمارے حکمرانوں اور حکومتی اداروں کا کام تھا۔ آج حکومت ہمیں پانی نہ دیں، بجلی نہ دے، گیس نہ دے ہم سڑکوں پر نکل آتے ہیں، احتجاج کرتے ہیں، مظاہرے کرتے ہیں۔ اللہ کے اتنے احکامات ٹوٹ رہے ہیں کیا ان کے لیے بھی کبھی ہم سڑکوں پر نکلے ہیں؟ احتجاج کیا ہے؟ ہمارا بیٹا گلاس توڑ دے، موبائل کی سکرین توڑ دے، یا ٹی وی توڑ دے تو ہمیں اس پر غصہ آتا ہے لیکن اللہ کے احکامات ٹوٹ رہے ہیں کیا ہمارے چہرے کا رنگ بدلتا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور بدی سے روکو گے ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ پھر تم دعائیں مانگو گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔‘‘ (ترمذی)

آج اُمت کی دعائیں اسی لیے قبول نہیں ہو رہیں کہ ہم نے بحیثیت اُمت اپنا بنیادی فریضہ ہی چھوڑ دیا۔

تیسری اجتماعی ذمہ داری جو اللہ کی رضا کے لیے ضروری

ہے، وہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنا ہے۔ حدود کا لفظ ہمارے ہاں سزاؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ صرف سزاؤں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ سورۃ البقرۃ کے 23 ویں رکوع میں رمضان اور اعتکاف کے حوالے سے احکامات کے لیے بھی حدود کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء میں اللہ نے وارثت کے احکامات کو حدود قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکامات بھی حدود ہیں اور جو ان حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں، ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ ان حدود کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کا دین نافذ ہو۔ جب اللہ کا دین نافذ تھا تو حدود کی حفاظت کیسے ہوتی تھی؟ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو آپؓ نے فرمایا تھا: ’’اگر یہ لوگ کہیں کہ اونٹ تو لے جاؤ مگر اونٹ باندھنے کی رسی نہیں دیں گے تب بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔ کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کی جائے گی۔‘‘

یہ ہے غیرت دینی، یہ ہے حمیت دینی۔ آج کرپٹ سیاستدانوں کے لیے، اپنی خاندانی روایات کے لیے، اپنے مسلک کے لیے تو ہماری غیرت بڑی جاگتی ہے لیکن اللہ کے احکامات کے ٹوٹنے پر چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلتا۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا فلاں بستی کو اس کے باسیوں پر اُلٹ دو۔ جبرائیلؑ نے عرض کی۔ یااللہ! اس میں تیرا وہ نیک بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے حکم دیا کہ اُلٹ دو بستی کو پہلے اُس پر اور پھر دوسروں پر کیونکہ (میری غیرت اور حمیت کی وجہ سے) اس کے چہرے کا رنگ بھی کبھی ایک لمحے کے لیے بھی نہیں بدلا۔‘‘

معلوم ہوا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک ایسا لازم فریضہ ہے جس کو پورا کیے بغیر عبادات بھی کوئی فائدہ نہیں دیں گی اور یہ فریضہ صحیح معنوں میں تب ہی ادا ہوگا جب اللہ کا دین نافذ ہوگا۔ لہٰذا ہمارا اولین نصب العین اقامت دین کی جدوجہد ہونی چاہیے۔ اُمت مسلمہ اس وقت 57 ممالک میں تقسیم ہے کسی بھی ملک میں اللہ کا دین نافذ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ پاکستان ان میں واحد ملک ہے جو اس نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا کہ ہمارا آئین قرآن ہوگا اور نظام اسلامی ہوگا۔ لیکن ہم نے بھی دین سے بے وفائی کی۔ اسی وجہ سے آج اس اُمت کو مار پڑ رہی ہے اور دعائیں بھی قبول نہیں ہو رہیں۔ جب تک اُمت اقامت دین کے بنیادی فریضہ سے بھاگتی رہے گی یہ زوال کا شکار رہے گی۔ نہ تو دعائیں قبول ہوں گی اور نہ اُمت میں امن ہوگا۔ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، برما، شام، عراق، لیبیا، افغانستان سمیت جگہ جگہ اُمت کا لہو بہتا رہے گا۔ یہ تو دنیا کا عذاب ہے۔ آخرت میں کا حساب اس کے علاوہ ہے جس کے بارے میں زیر مطالعہ آیات میں واضح فرما دیا کہ اللہ کی رضا اور جنت ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوگی جو مذکورہ بالا شرائط کو پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، نوشہرہ کے ملتزم رفیق محترم ظفر علی خان مروت کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-9090576
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(10 تا 15 جون 2021ء)

جمعرات (10 جون 2021ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

جمعہ (11 جون 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی ڈی ایچ اے میں ڈاکٹر فرخ صاحب کے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔

ہفتہ (12 جون 2021ء) کو صادق آباد کے رفیق تنظیم ذکاء الرحمٰن کراچی آئے ہوئے تھے، ان سے ملاقات کی۔ رات کو لاہور واپسی ہوئی۔

اتوار (13 جون 2021ء) کو حلقہ لاہور غربی کے اجتماع میں صبح 09:00 بجے سے 11:00 بجے تک حلقہ کے رفقاء سے ملاقات کی، سوال وجواب کی نشست رہی، پھر مبتدی وملتزم شخصی بیعت ہوئی۔ چائے کے وقفہ کے بعد حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات اور سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز عصر مسجد الرحمٰن علامہ اقبال ٹاؤن میں ’’ہم اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں نائب ناظم اعلیٰ پرویز اقبال کے ہمراہ سابق امیر حلقہ محمد جہانگیر (مرحوم) کے بیٹے (حمزہ جہانگیر مرحوم) کے حوالہ سے ان کے رشتہ داروں سے تعزیت کی اور دعائے مغفرت فرمائی۔ بعد نماز مغرب مکی مسجد جوہر ٹاؤن میں ’’دینی ذمہ داریوں‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں عشائیہ پر مسجد کے امام اور خطیب سے ملاقات رہی۔

پیر (14 جون 2021ء) کو صبح 09:00 بجے دارالاسلام مرکز میں مبتدی وملتزم تربیتی کورسز کے شرکاء کو لیکچر دیا۔ بعد ازاں KIPs کالج کے مین کیمپس گئے، جہاں پر کالج کی انتظامیہ سے تقریباً پون گھنٹہ گفتگو ہوئی۔ وہاں کے ٹیچرز اور فرسٹ ائیر کے طلبہ سے 25 منٹس قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں کے موضوع پر خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی کی مسجد میں ’’ہم اور ہماری دینی ذمہ داریاں‘‘ کے موضوع پر تقریباً 50 منٹس خطاب کیا۔ پھر واپڈا ٹاؤن، ای بلاک کی مسجد میں بعد نماز مغرب ’’موجودہ صورت حال اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد نماز عشاء مسجد کی انتظامیہ کی جانب سے عشائیہ پر علاقہ کے علماء کرام سے ملاقات کی۔

منگل (15 جون 2021ء) کو دارالاسلام مرکز میں ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم اظہر بختیار خلجی اور مرکزی ناظم تربیت خورشید انجم سے ان کے اپنے اپنے شعبہ کے حوالے سے الگ الگ ملاقات کی۔ بعد نماز ظہر نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان محمد ناصر بھٹی کے ہمراہ مرزا قمر رئیس نائب امیر حلقہ پنجاب جنوبی سے ملاقات کی، جس میں نائب امیر اور ناظم اعلیٰ بھی ساتھ تھے۔ پھر ڈاکٹر سید عطاء الرحمٰن عارف سے ان کے شعبہ کے حوالہ سے ملاقات کی۔ ان سب ملاقاتوں میں نائب امیر بھی شریک رہے۔ مبتدی وملتزم تربیتی کورسز کی مشترکہ کلاسز سے خطاب کیا۔ نائب امیر سے معمول کے مطابق آن لائن رابطہ رہا۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

24 حضورِ حق ـ **11** ـ (II)

بدن وا ماند و جانم در تگ و پوست
سوئے شہرے کہ بطحا در رہِ او ست
تو باش ایں جا و با خاصاں بیامیز
کہ من دارم ہوائے منزلِ دوست

ترجمہ (اے اللہ!) عمر کے اس حصے میں میرا بدن تھکا ہوا (ناکامیوں سے چور) اور جان (خودی) ابھی اپنی اور اُمت مسلمہ کی بہتری کی تلاش میں ہے اور شب و روز اسی محنت میں لگی ہوئی ہے۔ (اے اللہ! آپ سے بہت سی باتیں ہوگئیں اب میں) اس شہر کی طرف جا رہا ہوں کہ اس بطحا کے بعد آتا ہے❶ (اے اللہ!) میں نے ذاتی اور اُمت مسلمہ کی بہتری کی طویل آرزوئیں، خواہشات اور مطلوبات آپ کے سامنے رکھ دی ہیں (حالانکہ تو سب کچھ پہلے ہی جانتا ہے) میں اب (یہاں تک آیاں ہوں تو 'سوئے مدینہ' عازم سفر ہونا چاہتا ہوں کہ پیغمبر نے بھی مکہ سے مدینہ سفر کیا تھا، اے اللہ! آپ نے یہاں دیگر معزز مہمانانِ حرم کی کی طرح میری عرضداشتیں سنیں اور میں (اب اجازت لے کر) سوئے مدینہ اپنے دوست و محبوب (فداہ آبائنا واُمہاتنا) کے شہر روانہ ہو رہا ہوں جس کی چاہت اور خواہش اور آرزو میرے دل میں (مچل) رہی ہے۔

تشریح اے بارِ الٰہ آپ کے گھر بیت اللہ میں لبیک کی صداؤں کے ساتھ غلام حاضر ہے، میں آپ سے راضی ہوں تو مجھ سے راضی ہو جا❷ میں آپ کے دربار میں ہی چند پریشان خیالات اور چند شکوے لایا تھا اور اپنی بساط سے بڑھ کر میں نے آپ کے سامنے باتیں رکھ دی ہیں اور انداز وہی ہے جو میرے آقا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا طائف کے سفر کے آخر میں تھا (کہ آج ہم ہند میں منحوس مغربی صیہونی استعمار کے چنگل میں ہیں اور ہمارا کوئی بس نہیں چل رہا ہے) آپ ہی سے شکوہ ہے کہ آپ نے ہمیں کن درندوں اور بے رحم دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے کہ انہیں آپ سے (خدا بے زاری) اور آپ کے محبوب ﷺ سے 'بیر' (عداوت) ہے اور اسی وجہ سے پوری دنیا میں وہ اسلام کو ملیا میٹ کرنے کے لیے تلے ہوئے ہیں۔ خلافت کا ادارہ ختم ہو چکا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کی حصوں بخروں میں بندر بانٹ ہو چکی اور ابھی بھی ان استعماری ابلیسی قوتوں کے جوش انتقام میں کوئی کمی نظر نہیں آ رہی۔ (اے اللہ!) ہم اپنی سی کوشش کر کے آپ کے سامنے حاضر ہوئے ہیں کہ تو ہی ان سیاہ دنوں کو اُمت سے پھیر دے اور اُمت مسلمہ کو پھر حضرت محمد ﷺ کی محبت سے مالا مال کر کے دین اسلام پر چلنے کو توفیق نصیب فرما دے، آمین۔ میری ہڈیاں بوڑھی ہو چکی ہیں اور طبعی زندگی کے آخری مراحل میں ہوں اور کئی جسمانی عوارض نے آن گھیرا ہے میں نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔ اب آپ اجازت دیں اور میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے پاس جا رہا ہوں کہ تیری محبت ہی کا تقاضا ہے اور ہم مسلمان (اے اللہ) تیرے محبوب پر راضی ہیں اور خوش ہیں تو ہی توفیق عطا فرما اور ہم مسلمانوں کو سچا مسلمان بنا دے۔ تاکہ ہم تیرے دین کا جھنڈا سر بلند رکھ سکیں آزادی کی نعمت سے مالا مال کر دے آمین۔ آپ یہاں دیگر معزز مہمانِ حرم کی کی دل جوئی اور عزت افزائی فرمائیں اور مجھے اجازت دیں کہ میں اس سفرِ حجاز کو مکمل کرنے اور اپنے محبوب سے وفاداری کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے سوئے شہرِ مصطفیٰ ﷺ عازم ہوتا ہوں، میرے دل میں بچپن سے ہی شدید آرزو رہی ہے کہ اپنے محبوب کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کروں اور اپنی کیا؟ اُمت کی بہتری کے لیے کچھ عرضداشتیں پیش کر سکوں۔

(مجھے امید ہے کہ زندگی ساتھ دے گی اور میں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں پہنچ سکوں گا اور اپنی آرزوؤں اور حسرتوں اور ارمانوں کو معنوی تسکین فراہم کر سکوں گا۔ بقول شاعر

؎ تیری معراج کہ تو جانے کہاں تک پہنچا
میری معراج کہ تیرےؐ قدم تک پہنچا

اور بالفاظ شاعر دِگر جناب عزت بخاری

ع ادب گا ہست زیر آسماں از عرش نازک تر

کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکوں۔

❶ ((مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ)) (الدر المنثور، عن ابن عمرؓ)
ترجمہ: ''جس نے حج کیا اور میری زیارت کے لیے نہیں آیا اس نے مجھ سے بے رُخی کی۔''

❷ ((ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا)) (مسلم، عن العباسؓ) ترجمہ ''ایمان کی لذت حاصل ہوئی اُس شخص کو جو راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر''۔

ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!

اگر امت مسلمہ عسکری، سیاسی اور اقتصادی طور پر طاقتور ہو جائے تو ہم جواب نہ بھی دیں تب بھی مغرب والے اپنا رویہ درست کرلیں گے کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ ان کے پاس نہ ہوگا: ایوب بیگ مرزا

یورپ اور امریکہ اسلاموفوبیا میں اس لیے مبتلا ہوئے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اسلام ایک ایسا دین (نظام) ہے جو عدل کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام سے ہر لحاظ سے بہتر ہے: رضاء الحق

اسلاموفوبک دہشت گردی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: کینیڈا میں ایک مسلم خاندان کو بے دردی سے ٹرک چڑھا کر کچل دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت پورا خاندان شہید ہوگیا۔ یہ واقعہ کوئی انفرادی فعل تھا، حادثہ تھا، دہشت گردانہ حملہ تھا یا اسلاموفوبیا کا شاخسانہ تھا؟

ایوب بیگ مرزا: کینیڈا میں جو واقعہ ہوا ہے اسے سانحہ کہیں، دہشت گردی کہیں یا جو کچھ کہیں حقیقت میں ایک بدترین واردات کا ارتکاب کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان فیملی جو ایک سائیڈ پر کھڑی تھی اسے ایک ٹرک ڈرائیور نے ٹرک کے نیچے کچل کر شہید کر دیا۔ صرف اس لیے کہ وہ مسلمان تھے اور مسلمانوں والا لباس پہنا ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس شخص نے انتہائی درندگی کا مظاہرہ کیا ہے، ہمیں اس پر شدید افسوس ہے اور جو گھرانہ اس کا شکار ہوا ہے ان کے لیے ہم ہمدردی کے چند بول ہی بول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جاں بحق ہونے والوں کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اس دہشت گردی کو ایک شخص کا ذاتی فعل بھی قرار دے سکتے ہیں اور اِسے ایک گروہ کی متعصبانہ سوچ بھی قرار دے سکتے ہیں۔ مسلم دشمنی پر مبنی یہ سوچ مغرب نے کوٹ کوٹ کر اپنے شہریوں کے ذہنوں میں ٹھونس دی ہے جس کا نتیجہ ایسے واقعات کی صورت میں نکل رہا ہے۔ مغرب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سائنس، ٹیکنالوجی اور تہذیب کی ترقی میں عروج پر پہنچ چکا ہے۔ میں اُن کے دعوے کے پہلے حصے کو تسلیم کرتا ہوں اس لیے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں اُن کی ترقی ظاہر و باہر ہے البتہ جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُن کا دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے۔ تہذیب کسی انفرادی اور اجتماعی فکر، روایات اور اقدار کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جبکہ مغرب اس لحاظ سے زوال پذیر ہے اور پستی کا حامل ہے۔ یہ ان کی تہذیبی پستی کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں اور گھٹیا چالوں اور گھناؤنے ہتھکنڈوں پر اُتر آئے ہیں۔ ان کی تہذیبی اور اخلاقی پستی نے انہیں انسان سے درندہ بنا دیا ہے جو جائز و ناجائز، سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کر سکتا۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہٹلر کا وزیر گوئبلز کہتا تھا کہ جھوٹ اتنا زیادہ بولو کہ سچ پر حاوی ہو جائے۔ مغرب والے گوئبلز پلس ہیں۔ یہ ایک غلط کام خود کرتے ہیں، گھٹیا حرکات خود کرتے ہیں اور ان کا الزام دوسروں پر تھوپ دیتے ہیں۔ جب سوویت یونین تحلیل ہوگیا تھا تو نیٹو نے اسلامی دہشت گردی، اسلامی انتہا پسندی کی اصطلاح گھڑ لی اور اس میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے خود نائن الیون کا ڈرامہ رچایا۔ اب خود مغربی محققین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نائن الیون امریکا کا inside job تھا۔ لیکن مغربی میڈیا نے اس جھوٹ کو گوئبلز کے فارمولا کے تحت اتنا پھیلایا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ انتہا پسندی اور دہشت گردی کا لیبل لگا دیا اور اس کی آڑ میں کئی مسلم ممالک کو تباہ و برباد کر دیا۔ گویا مغرب کی تہذیب یہ ہے کہ وہ پہلے دوسروں پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں اور پھر اس کو آڑ بنا کر دوسروں پر چڑھائی کر دیتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ مغرب اپنے فائدہ کے لیے جائز و ناجائز اور سچ و جھوٹ کی تمیز بھی کھو چکا ہے۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ مسلمان دنیا کے کسی کونے میں اپنی مذہبی اور شخصی آزادی کے ساتھ محفوظ نہیں؟

رضاء الحق: پولیس رپورٹ کے مطابق کینیڈا کا واقعہ پلان شدہ تھا۔ دہشت گرد نے کئی دن تک اس فیملی کی باقاعدہ ریکی کی کہ وہ کب گھر سے باہر جاتے ہیں اور کہاں کہاں جاتے ہیں۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو مغرب کی اسلام دشمنی کی ایک پوری تاریخ ہے۔ اسلام اور مسلمان شروع سے ہی مغرب کے لیے ناقابل برداشت تھے۔ ظہور اسلام کے وقت رومن ایمپائر ایک بڑی طاقت تھی جس کا دارالحکومت اُس وقت استنبول تھا۔ پہلی صدی ہجری میں ہی رومن ایمپائر نے اس چیز کا نوٹس لینا شروع کر دیا کہ مسلمان ایک بڑھتی ہوئی طاقت ہیں۔ اس وقت سے ہی عیسائی پادریوں نے ایک ٹارگٹ سیٹ کیا کہ مسلمانوں کو کس طرح تنگ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں جان آف دمشق نے ٹارگٹ کر کے توہین رسالت شروع کر دی۔ اس کے بعد سے گستاخانِ رسول اور مستشرقین کی پوری کھیپ چلی آرہی ہے۔ جب خلافت کا ادارہ موجود تھا اور مسلمان طاقتور تھے تو مغرب یہ کام چالاکی کے ساتھ کرتا تھا تاکہ الزام اُن کی اپنی حکومتوں پر نہ آئے۔ لیکن جب سے مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہوئی، مسلمان شکست و ریخت کا شکار ہونا شروع ہوئے اور اُمت کی طاقت مختلف ریاستوں میں بٹ گئی اس کے بعد مغرب نے کھل کر اسلام پر حملے شروع کر دیے۔ کچھ عرصہ پہلے فرانس کے صدر کی سرپرستی میں ریاستی سطح پر توہین رسالت کی گئی۔ اسی طرح نائن الیون کا واقعہ بھی پورے پلان کے ساتھ کروایا گیا اور اس کے بعد مسلمان ممالک کے اوپر حملے شروع کر کے ان کو تباہ و برباد کیا۔ ان کے مقاصد بہت سے تھے لیکن ایک بڑا مقصد یہی تھا کہ

دنیا میں مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تباہ کرنا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے پہلے اپنے حکومتی بیانیے گھڑے۔ پھر میڈیا کے ذریعے اسلام کے خلاف مہم مختلف اصطلاحات کے تحت شروع کی۔ یعنی مسلم فنڈامنٹلسٹ، مسلم دہشت گرد، اسلامک ٹیررازم، اسلامک فنڈامنٹلزم، وار آن ٹیرر وغیرہ۔ مغربی عوام کی اکثریت ٹی وی پر ڈرامے، شوز اور فلمیں دیکھتی ہے چنانچہ یہی چیزیں پھر ان کی فلموں اور شوز میں آنا شروع ہوئیں۔ یعنی انہوں نے ہر جگہ مسلمانوں کو دہشت گرد اور انتہا پسند ظاہر کیا اور ہر جگہ مسلمانوں کا منفی تاثر پیش کیا۔ مغرب کہتا ہے کہ ہماری بنیاد سیکولرازم ہے جو بہت بڑا جھوٹ ہے۔ وہ مذہب کی بنیاد پر پہلے بھی جنگیں کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ صلیبی جنگیں اور اب بھی سیکولرازم کی آڑ میں وہ سب سے زیادہ مسلمانوں کا ہی قتل عام کرتے ہیں۔ جیسا کہ جنگ عظیم اول، دوئم میں اور پھر نائن الیون کے بعد انہوں نے سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہی کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور بن گیا اور امریکہ میں طاقتور لوگ یہودی لابی سے تعلق رکھتے تھے جو کہ نیو کانز تھے جو کہ جنگی جنون رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے علاوہ دائیں بازو کے Evangelists ہیں جو بہت زیادہ کٹر قسم کے عیسائی ہیں۔ یہی چیز اسرائیل میں بھی ہے، چاہے وہ ان کے شروع کے لوگ ہوں جیسے بن گوریان یا بعد کے لوگ جیسے ایریل شیرون یا اس کے بعد کے لوگ ہوں جیسے نیتن یاہو یا نیفتالی بینٹ وغیرہ۔ نیفتالی بینٹ بہت زیادہ انتہا پسند ہے۔ اس کی چند سیٹیں تھیں لیکن اس کو ایک سیٹ کے مارجن پر اقتدار سونپ دیا گیا کیونکہ یہ عربوں کے سخت خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فلسطینیوں کو پکڑ کے جیل میں نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ ان کو قتل کر دینا چاہیے۔ وہ کہتا ہے ''ٹو سٹیٹ سلوشن'' کی بات میرے ساتھ نہ کرو، یہاں صرف یہودیوں کا حق ہے۔ وہ یروشلم کا خاص منسٹر رہا ہے اور سیٹلرز کا وہ پکا حامی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا جو مرضی کہتی رہے ہم غیر قانونی آبادکاری کرتے رہیں گے۔ اسی طرح انڈیا میں مودی جیسا مذہبی انتہا پسند سامنے آیا۔ فرانس، جرمنی اور دوسرے ممالک میں بھی انتہا پسند سامنے آ رہے ہیں۔ لیکن مغرب شروع سے ہی مسلمانوں کو ٹارگٹ کر رہا ہے اور یہ ان کا باقاعدہ پلان ہے کیونکہ اسلام کے نظام سے ان کے دجالی نظام کو خطرہ ہے۔ S.Huntington نے اپنی کتاب Calsh of Civilizations میں یہی کہا تھا کہ مغربی تہذیب کو چیلنج صرف دو تہذیبیں کر سکتی ہیں ایک اسلامی تہذیب اور دوسری کنفیوشس یعنی چین کی تہذیب۔ چنانچہ وہ اسلامی تہذیب سے ڈرتے ہیں اس لیے وہ اس کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں اور پھر کوئی تو موجود ہونا چاہیے جس کے اوپر ہر چیز کا الزام لگایا جا سکے۔

سوال: دنیا کے مختلف ممالک میں رونما ہونے والے اسلاموفوبک دہشت گردی کے حالیہ واقعات کیا کسی بڑی جنگ کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: طاقت کے لحاظ سے ابھی ظاہری طور پر مسلمانوں اور مغرب کے مابین اتنا فرق ہے کہ کسی بڑی جنگ کا بظاہر خطرہ نہیں نظر آتا۔ البتہ اس وقت امریکہ اور یورپ کے خلاف چین اور روس ہیں۔ اگر ان دونوں

> مغربی طاقتیں تمام مسلمان ممالک کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں۔ یہ باقاعدہ ان کا پلان ہے۔ لہٰذا جب تک مسلم حکمران متحد نہیں ہوں گے وہ بچ نہیں سکتے۔

ممالک کی دشمنی امریکہ سے بڑھتی چلی گئی۔ جیسے ابھی جی سیون کے اجلاس میں انہوں نے کورونا کا سارا الزام چین پر لگا دیا جس کے جواب میں چین نے بھی شٹ اپ کال دی ہے۔ روس نے بھی سخت جواب دیا ہے۔ پھر خاص طور پر سی پیک اور بی آر آئی کی وجہ سے امریکہ اور چین کے اختلافات ہیں۔ اسی طرح سنٹرل ایشیا میں روس اور امریکہ کے درمیان میں اختلافات ہیں۔ اگر ایک طرف یہ اختلافات بڑھتے چلے جائیں اور دوسری طرف امریکہ اور یورپ مسلمانوں کے خلاف وہی رویہ رکھیں کہ انہیں دیوار سے لگاتے چلے جائیں تو بڑی جنگ کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ چین اور روس کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں لیکن ان کے لیے حالات ایسے بن جائیں کہ ان کے مفادات پر بھی ضرب پڑنے لگے اور وہ اپنے مفادات کی خاطر میدان میں آ جائیں تو پھر یہ بڑی جنگ بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ چین یہ نہیں چاہتا کہ امریکہ مسلمان ممالک کو دبائے اور ان کو نقصان پہنچائے کیونکہ ان کے ساتھ بھی اس کے مفادات ہیں۔

سوال: مغربی ممالک اپنے معاشرے میں اسلام دشمنی کے خاتمے کے لیے کوئی عملی قدم کیوں نہیں اٹھاتے؟

رضاء الحق: مغربی ممالک اپنے آپ کو انسانی حقوق اور جمہوریت کے چیمپئین تصور کرتے ہیں۔ ان کو کسی ملک میں اگر جنگ شروع کرنی ہوتی ہے تو وہ جمہوریت کا جھوٹا بہانہ بنا کر جنگ شروع کرتے ہیں۔ جیسا کہ افغانستان اور عراق میں انہوں نے کیا۔ اسی طرح کا معاملہ عالمی اداروں (اقوام متحدہ، ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل) کا ہے۔ وہ بھی انسانی حقوق کی آڑ میں ڈنڈی مارتے ہیں۔ ان کے تھنک ٹینکس بھی یہی کرتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ کس طرح کوئی نیا بیانیہ گھڑا جائے اور وہ بیانیہ عام طور پر اپنے مفاد کے لیے ہوتا ہے یا پھر مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔ نیوزی لینڈ کی مسجد میں دہشت گردی کے واقعہ میں جب پچاس نمازیوں کو شہید کیا گیا تھا تو نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے اس کی مذمت کی تھی اور حالیہ کینیڈا کے واقعہ کی بھی مذمت کی اور یہاں تک کہا کہ یہ دہشت گردی ہے لیکن جب ایسے واقعات ہوتے ہیں تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور مجرم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عدلیہ ایسی نہیں ہے جس کے مطابق کسی کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ کینیڈا کے دہشت گرد پر انہوں نے فرد جرم لگا دی ہے لیکن کیا وہ اس کو گوانتاناموبے بھیج دیں گے؟ خدشہ اسی بات کا ہے کہ اس کا کیس عدالت میں چلتا رہے گا جو شاید دس سال تک چلتا رہے۔ جس طرح نیوزی لینڈ کے واقعہ میں ہوا کہ اُن کی وزیر اعظم کے بیانات سے لگتا تھا کہ اس کے امکانات بن رہے ہیں کہ اس شخص کو قرار واقعی کوئی سزا دی جائے گی لیکن ابھی تک وہ کیس عدالت میں لٹکا ہوا ہے۔ اصل میں مغرب میں انصاف کا دہرا معیار ہے۔ جب کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو فوری طور پر ٹارگٹ کر کے قتل کر دیا جاتا ہے۔ فرانس، جرمنی اور بلجیم میں کچھ سال پہلے حملے ہوئے تھے تو پولیس نے فوری طور پر حملہ آوروں کو نشانہ بنا کر قتل کر دیا تھا۔ پھر گستاخ رسول سیموئل پیٹل کو جس مسلمان نے جہنم واصل کیا تھا اُس کو فرانس کی پولیس گرفتار کر سکتی تھی لیکن ان کو پتا تھا کہ ہمارا قانون اس کو اس طرح کی سزا نہیں دے گا جس طرح ہم دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اسے موقع پر شہید کر دیا۔ اصل میں وہ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ وہ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ مسلمانوں کو بطور ہیرو پیش کیا جائے۔ کچھ ان کی دوسری مجبوریاں بھی ہو سکتی ہیں۔ جس طرح کینیڈا کے اندر سکھ برادری بہت زیادہ ہے۔ سکھ کمیونٹی چونکہ مسلمانوں کے

ساتھ کھڑی ہوگئی اس لیے ان کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے جسٹن ٹروڈو نے بیان دے دیا۔ ورنہ مسلمانوں کے خلاف ان کی ذہن سازی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ نیوزی لینڈ کی مساجد میں دہشت گردی کرنے والا آسٹریلیا کا شہری تھا اور رپورٹ بتاتی ہے کہ اس واقعہ سے قبل ایک سال کے اندر آسٹریلیا کے اخبارات میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اُبھارنے والے تقریباً 600 مضامین اور اداریے شائع ہو چکے تھے۔ یعنی مغربی ممالک کا باقاعدہ یہ پلان ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اپنے شہریوں کی ذہن سازی کی جائے تاکہ مسلمان اس کا جب ردعمل دیں تو وہ اس کو اسلام کے خلاف استعمال کر سکیں۔ اس کے برعکس جب کوئی ہولوکاسٹ پر بات کرتا ہے تو وہ ایک generally accepted norm سمجھا جاتا ہے۔ ہولوکاسٹ کو اگر کوئی چیلنج کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر نمبرز کی کی بھی ہلکی سی ہیر پھیر کرتا ہے کہ چھ ملین جیوز نہیں تھے اس سے تھوڑے کم زیادہ ہوں گے تو وہاں کی حکومت اور میڈیا فوری طور پر اس کے خلاف ہو جاتے ہیں، اس شخص کو فوری طور پر جیل ڈال دیا جائے گا اور اس پر مقدمہ چلنا شروع ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے پاس کوئی متبادل میڈیا ہے بھی نہیں ہے۔ اس وقت تمام میڈیا نیٹ ورکس جیوز کے کنٹرول میں ہیں۔ مسلمانوں کے پاس دو چار چینلز ہیں جن کو وہ جب چاہیں بلاک کر سکتے ہیں۔ یعنی مغرب نے پہلے ہی پلاننگ کر کے سارے راستے مسدود کر دیے ہوئے ہیں۔

سوال: یہ فرمائیے کہ اسلاموفوبک دہشت گردی میں ملوث کسی شخص اور خودکش بمبار میں کوئی فرق رہ جاتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل شے ہے انسانی زندگی کی اہمیت۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک انسان کی جان لینا سارے انسانوں کی جان لینے کے برابر ہے۔ ایک انسان کی جان بچانا ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ گویا اسلام کے نزدیک انسانی جان انتہائی قدر و قیمت والی شے ہے۔ خودکش بمبار ہو یا کوئی دہشت گرد اگر کسی نے کسی معصوم کی جان لی ہے تو وہ غلط ہے۔ اسلام غیر حربی کافر کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاں تک اسلاموفوبک دہشت گردی کا معاملہ ہے تو وہ ایک بیماری ہے جس کا اس وقت یورپ مریض بن چکا ہے اور یہ ان کی تہذیبی، اخلاقی اور فکری پستی کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس طرح کے ابلیسی حربے استعمال کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کسی معصوم کی جان لینے کا قائل نہیں چاہے وہ مسلمان ہو، چاہے وہ غیر مسلم ہو۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسان کی جان بڑی قدر و قیمت والی ہے۔ اسلام بھی شہادت کا درجہ اس شخص کو دے گا جو اسلام کی خاطر جنگ کرے یا اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے شہادت کے جو بھی درجات طے کیے ہیں ان کے مطابق کوئی قتل ہوگا تو وہ شہید ہوگا۔ یورپ اور امریکہ اسلاموفوبیا میں کیوں مبتلا ہوئے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ ایسا دین ہے، یہ ایسا نظام ہے جو عدل کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور ہم سے ہر لحاظ سے بہتر ہے لہٰذا وہ اسلام کے غلبہ سے ڈرتے ہیں۔

سوال: مسلم حکمران دنیا میں بڑھتے اسلاموفوبیا کے رجحان سے نمٹنے کے لیے کب متحد ہوں گے؟

رضاء الحق: یہ مسلمان حکمرانوں کے لیے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ مسلمان حکمران جب تک ایک مرکزیت کی طرف نہیں بڑھتے اور یہ سوچ ان میں پروان نہیں چڑھتی کہ ایک ایک کر کے ہم سب کو ٹارگٹ کیا جائے گا۔ اس وقت تک نہ تو یہ متحد ہو سکتے ہیں اور نہ چیلنجز کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت اکثر مسلمان حکمران کسی دوسرے ملک یا مسلمانوں پر ظلم کو دیکھ کر یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی ہمارا نمبر نہیں آئے گا، ہم دور بیٹھے ہیں لیکن انہیں سمجھنا چاہیے کہ بالآخران کا بھی نمبر آئے گا۔ یہ آگ ان کے گھر میں بھی لگے گی۔ کیونکہ مغربی طاقتیں تمام مسلمان ممالک کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں۔ یہ باقاعدہ ان کا پلان ہے۔ اسلاموفوبیا پہلے مغربی حکمرانوں میں تھا، ان کی پالیسیز میں تھا لیکن اب مغربی عوام بھی اسلاموفوبیا کا شکار ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت برین واشنگ کر کے عوام کے ذہنوں کے اندر اس چیز کو راسخ کیا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ مغربی پالیسی سازوں اور میڈیا کے ذریعے پھیلائے ہوئے اس خوف کا نتیجہ ہے کہ اب یورپین شہری خود دہشت گردی پر اُتر آئے ہیں۔ مسلم حکمرانوں کو اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے ایمرجنسی بنیادوں پر متحد ہو کر لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔

سوال: مسلمانوں کے خلاف دنیا میں پھیلی نفرت اور اسلاموفوبیا کے رجحان کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ مغرب یہ سب کچھ طاقت کے بل بوتے پر کر رہا ہے اور جو کچھ قوت کے بل بوتے پر کیا جا رہا ہو اس کا باتوں سے جواب دینے کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا، باتوں سے آپ کے دکھ کا مداوا نہیں ہو گا، آپ کی تکلیف ختم نہیں ہوگی کیونکہ دوسری طرف طاقت ہے اور آپ صرف زبان استعمال کر رہے ہیں۔ مغرب کا جو جن ہے اس کی جان سرمایہ دارانہ نظام کے طوطے میں ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے مغرب کو دنیا میں تسلط دلوایا ہے۔ مغرب یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کے پاس بھی ایک نظام ہے جو بڑا عادلانہ نظام ہے۔ اگر ہم نے سرمایہ دارانہ نظام کی حفاظت نہ کی اور اسلام کے عادلانہ نظام کو آگے بڑھنے دیا تو وہ ہمارے نظام کو تہس نہس کر دے گا۔ لہٰذا وہ طاقت جو انہوں نے اس نظام سے حاصل کی ہوئی ہے وہ ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں تاکہ نہ یہ ابھریں اور نہ وہ نظام لا سکیں جو ہمارے نظام کا خاتمہ کر سکے۔ جب تک ہم طاقت نہیں پکڑتے، جب تک ہمارے پاس قوت نہیں آتی تو بہت مشکل ہے کہ ہم اس کا توڑ کر سکیں۔ البتہ امید کی ایک کرن نظر آ رہی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غزہ پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے بعد سوئی ہوئی اُمت مسلمہ نیند میں کروٹ لے رہی ہے۔ اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کے اقدامات، پاکستان کا امریکہ کو افغانستان کے حوالے سے اڈے نہ دینا اور اس کو غیر متوقع قسم کے جوابات دینا۔ امریکہ کو بالکل یہ توقع نہیں تھی کہ پاکستان اس طرح کے دندان شکن جواب دے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مردے میں ابھی تھوڑی سی جنبش ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے کہ اس جنبش میں جان پڑ جائے اور واقعتاً ہم طاقت پکڑ لیں۔ صرف واعظوں اور سٹوڈیو میں بیٹھ کر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر امت مسلمہ طاقت حاصل کر لے، یعنی عسکری، سیاسی اور اقتصادی طور پر طاقتور ہو جائے تو ہم جواب نہ بھی دیں تب بھی مغرب والے اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ کیونکہ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی حل نہیں رہے گا۔ انہوں نے تو اپنا نظام بچانا ہے جب وہ دیکھیں گے وہ اس پوزیشن میں آگئے ہیں کہ ہمیں اب اس قسم کا جواب مل سکتا ہے تو پھر وہ پسپائی اختیار کریں گے۔ ان شاء اللہ! ہم اس وقت آگاہی دے رہے ہیں کہ اس وقت اتحاد کی ضرورت ہے، ایک دوسرے کا دست و بازو بننے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ امت یہ کر لے اور ایسی قوت بن جائے تو امریکہ اور یورپ آگے بڑھتے ہوئے سوچیں گے۔

۞۞۞

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (۷)

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

معاشرت کا نقطۂ آغاز: رشتہ ازدواج

معاشرتی زندگی کا نقطہ آغاز رشتہ ازدواج ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ازدواج کا تعلق قائم ہوتا ہے جس سے نسل آگے چلتی ہے۔ اس میں ایک بڑا ٹیڑھا مسئلہ سامنے آ جاتا ہے کہ اگر عورت اور مرد کو اس خاندان کے ادارے میں' جو انسانی معاشرے کی اکائی ہے' بالکل مساوی قرار دے دیا جائے تو نظم درہم برہم ہو جائے گا' خاندان کا نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ یہ ایک فطری اور سادہ سا اصول ہے جو ہر شعور رکھنے والا انسان جانتا ہے کہ کسی بھی ادارے کے دو سربراہ بالکل مساوی اختیارات رکھنے والے نہیں ہو سکتے' اگر ہوں گے تو فساد ہو گا' بربادی ہو گی' کوئی ڈسپلن نہیں ہو گا' کوئی نظم نہیں ہوگا' اور کسی بھی وقت سارا نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ اور یہ بھی جان لیجیے' جیسے ہمارے اپنے اندر کا امن اور ہمارے اندر کا ضبط نفس ہمارے اخلاق میں ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اگر خاندان کے اندر نظم وضبط اور ڈسپلن ہوگا تو اُسی کا عکس معاشرے میں نظر آئے گا' اور اگر خاندان کی چولیں ڈھیلی ہیں' نظم نہیں ہے' بدنظمی ہے تو پھر معاشرہ بدنظمی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا ان قباحتوں کے پیش نظر مرد وعورت کے مابین فرق قائم کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اب فطری طور پر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں' بیوی کو فوقیت دی جائے یا شوہر کو۔ اس لیے کہ دونوں کو مساوی نہیں رکھا جا سکتا۔ اس حوالے سے مغربی معاشرہ سب سے بڑے اندھے پن کا شکار ہے کہ جو بنیادی اور عقل عام پر مبنی حقیقت سے نہ صرف صرفِ نظر کیے ہوئے ہے بلکہ اس کو پوری دنیا میں بالفعل قائم کرنے کے لیے ایک مسلسل جدوجہد بھی کر رہا ہے۔ اہل مغرب نے مساواتِ مردوزن کا بڑا ہی خوش نما نعرہ لگایا ہے اور اس تصور کو ذہنوں کے اوپر اس طرح مسلط کر دیا ہے کہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خاندان کا ادارہ برباد ہو رہا ہے' معاشرے کی چولیں ڈھیلی ہو رہی ہیں' امن وسکون ختم ہو گیا ہے لیکن وہ کچھ کر نہیں پا رہے۔ ظاہر ہے اگر گھر کی فضا میں بیوی اور شوہر کے درمیان انتہائی گہرے اعتماد کا رشتہ نہیں ہے تو وہاں سکون کی کیفیت عنقا ہو جائے گی۔ نہ شوہر کو بیوی پر اعتماد ہو کہ وہ اس کی غیر حاضری میں کیا کرتی ہے اور نہ بیوی کو شوہر پر اعتماد ہو کہ وہ باہر جاتا ہے تو کیا کرتا ہے اور ان کے جنسی مراسم اور تعلقات کہاں کہاں ہیں' تو ایسا گھر جہنم بن جاتا ہے اور پھر اس جہنم کی فضا میں جو اولاد پرورش پاتی ہے اس میں بغاوت' منفی جذبات اور منفی رجحانات کا پیدا ہونا اس بے سکونی کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے ؎

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور!

یعنی معاشرے میں یہ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (الروم: 41) کی کیفیت فرنگی اور مغربی معاشرت سے آئی ہے۔

اس خاندانی نظام کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے' گھر کی اس فضا میں امن وسکون' باہمی اعتماد اور وفاداری کا احساس پیدا کرنے کے لیے اسلام نے ایک عائلی نظام دیا ہے جس کو امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''تدبیر منزل'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ گویا اجتماعیت کی پہلی سیڑھی ہے اور معاشرتی زندگی کا نقطہ آغاز اور پہلا قدم ہے۔ اس کے لیے اسلام نے نہایت تفصیلی احکام دیے ہیں' جیسا کہ معاشرتی نظام کی اہمیت کے ذیل میں مَیں عرض کر چکا ہوں۔ لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے کہ عورت کا اپنی ثانوی حیثیت کو قبول کرنا اور reconcile کرنا جتنا آج مشکل ہے' اتنا ہی ہمیشہ سے مشکل رہا ہے۔ عورت اپنی ثانوی حیثیت کو قبول کرنے کے لیے ذہناً تیار نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر جو شرفِ انسانیت ہے وہ اسے اس کی ثانوی اور درجہ دوم کی حیثیت قبول نہ کرنے پر ابھارتا ہے اور یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ میں بھی انسان ہوں اور یہ بھی انسان ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ یہ مرد ہے اور میں عورت' یعنی صرف جنس کا فرق ہے لیکن نوع تو ایک ہے' اس اعتبار سے مرد وزن میں کوئی فرق وتفاوت نہیں ہے۔ اس لیے عورت اپنی ثانوی حیثیت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

عرب معاشرہ میں عورت کا مقام

اس حوالے سے ایک اور بات بڑی عجیب محسوس ہوتی ہے کہ ہمارے ہاں کچھ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ شاید عرب معاشرہ (جس میں قرآن نازل ہوا' اور جس میں محمدﷺ نے دعوت وتبلیغ کی اور پھر ایک انقلاب برپا کیا) میں عورت واقعتاً بالکل حقیر اور بے وقعت تھی' اس میں اپنی عزت اور اپنے مقام کا احساس تھا ہی نہیں! حالانکہ ایسا نہیں ہے' یہ مسئلہ جیسے آج شدید ہے ویسا ہی اس وقت بھی شدید تھا' البتہ یہ ضرور ہے کہ اُس زمانے میں بچیوں پر بچپن میں ظلم ہوتا تھا۔ وہ معصوم پھول جس نے چاہا مسل دیا اور جا کر خاک میں دبا دیا۔ یہ درحقیقت ان کی عزت کا غلط جاہلی تصور تھا۔ اس معاشرے میں جس کو بھی بشارت دی جاتی کہ اس کے گھر بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ سوچتا کہ میں اس توہین اور بے عزتی کو کیسے برداشت کروں گا جو عنقریب ہو کر رہے گی کہ اس کو مجھے اپنے گھر سے رخصت کرنا ہو گا' کوئی میرا داماد بنے گا جو اس کو لے جائے گا' تو آیا میں اس توہین کو برداشت کرتے ہوئے اسے زندہ رکھوں یا اس کو مٹی میں دفن کر دوں! از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ﴾ (النحل: 59) ''کیا اس کو ذلت کے باوجود زندہ رکھے یا اس کو مٹی میں دبا دے''۔ یہ مسئلہ مجھے منفرد (isolated) معلوم ہوتا ہے' ورنہ اُس معاشرے میں بھی' میں دلیل سے ثابت کر رہا ہوں کہ عورت کا بھی اپنا ایک مقام اور قانونی تشخص تھا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل حضورﷺ کی زوجۂ اوّل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہیں۔ کیا وہ دولت مند نہ تھیں؟ کیا وہ تجارت خود نہیں کرتی تھیں؟ کیا وہ مردوں کو ملازم نہیں رکھتی تھیں؟ کیا خود حضورﷺ نے ابتداءً ان کے نمائندے کی حیثیت سے معاوضے پر کام نہیں کیا؟ چنانچہ عرب معاشرے میں عورت کو اعلیٰ مقام اور قانونی تشخص حاصل تھا۔

اس حوالے سے دوسری دلیل یہ ہے کہ قریش کے بڑے بڑے رؤساء سردار حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے نکاح کے خواہش مند تھے' حالانکہ وہ بیوہ تھیں۔ گویا وہاں بیوہ کے نکاح کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ پھر یہ کہ حضرت

خدیجہ ؓ نے ان سرداروں کی درخواستوں کو از خود ٹھکرا دیا اور اپنی آزاد مرضی سے محمد عربی ﷺ کے ساتھ نکاح کیا۔ تو یہ نہ سمجھئے کہ اس معاشرے میں عورت کا معاملہ بس وہی تھا کہ بچیوں کو دفن کر دیا جاتا تھا' بلکہ عورت کا وہاں ایک مقام تھا۔ اس اعتبار سے میں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت عرب کا جاہلی معاشرہ دنیا کے دوسرے تمام معاشروں سے بہتر پوزیشن میں تھا کہ وہاں عورت کو ایک قانونی تشخص حاصل تھا' شادی بیاہ کے معاملات میں اس کی مرضی کو دخل تھا کہ وہ شادی کی درخواست رد بھی کر سکتی تھی اور اپنی مرضی سے شادی کی درخواست قبول بھی کرتی تھی۔

مرد کی قوامیت کے لیے تدریجی اسلوب

عرب معاشرہ میں عورت کو جو باعزت مقام حاصل تھا' اس حوالے سے میں نے جو دلائل دیے وہ صرف ایک عورت کے حوالے سے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اور حوالے سے بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔ میں نے حرمت شراب اور مرد کی قوامیت کے اثبات میں ایک عجیب مشابہت و مماثلت پائی ہے کہ قرآن نے ان دونوں کے لیے تدریجی اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرہ شراب کا عادی تھا اور اسی طرح وہاں مساواتِ مرد و زن کا مسئلہ بھی شدید تھا' اس لیے قرآن نے تدریجاً شراب کی حرمت اور مرد کی قوامیت کو بیان کیا۔

حرمت شراب کو جس طریقے سے قرآن مجید نے تدریجاً اور قدم بہ قدم نافذ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور وہ برسہا برس سے پی رہے تھے۔ جن کی عمر ساٹھ برس تھی ان کو پیتے ہوئے پچاس برس ہو گئے تھے۔ اتنی پختہ عادت کے حوالے سے یہ آسان کام نہیں تھا کہ اس کو ایک ہی جھٹکے میں ختم کر دیا جائے۔ آج بھی یہ کہا جاتا ہے کہ شراب انسان کی عادت بن جاتی ہے اور اس کو اچانک ختم کر دینا انسان کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اُس وقت یہ کام تدریج کے ساتھ کیا گیا۔

سورۃ البقرۃ' آیت 219 میں صرف اشارہ کیا گیا ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ﴾ "وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا نقصان ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے۔"

شراب ٹانک کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے اور بطور stimulant بھی' اگر اسے تھوڑی مقدار میں لیا جائے۔ اور اگر زیادہ پی لی جائے تو نشہ پیدا کرے گی۔ اسی طرح شراب دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے اور یقیناً اُس وقت بھی دنیا کے اندر ہوتی ہو گی۔ اب بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر منفعت کے بہت سے پہلو ہیں۔ قرآن نے بھی کہا: ﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾۔ لیکن آگے فرمایا: ﴿وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ﴾ "اور ان کے نقصان' منفعت سے زیادہ ہیں"۔ یہ بس ایک اشارہ کر دیا گیا۔ اب جن کی حس بیدار ہو چکی تھی انہوں نے اشارے سے ہی بات پا لی' اسی وقت تائب ہو گئے اور شراب کو چھوڑ دیا۔

اس حکم کے بعد دوسرا حکم آیا: "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جایا کرو' یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جو تم کہہ رہے ہو"۔ (النساء: 43)

اُس وقت تک اہل ایمان میں نماز سے اُنس پیدا ہو چکا تھا' لہٰذا نماز کو استعمال کیا گیا اس عادت کو چھڑوانے کے لیے کہ ایک مسلمان سوچے کہ یہ وہ چیز ہے جو مجھے نماز سے محروم کر سکتی ہے' اس لیے مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔

اس کے بعد سورۃ المائدۃ کے اندر یہ آخری حکم آیا: "اے اہل ایمان! یقیناً شراب اور جوا' بت اور پانسے' یہ سب گندے کام ہیں شیطان کے عمل میں سے' تو ان سے بچ کر رہو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔ (آیت: 90)

اگلی آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱﴾ پس تم چھوڑتے ہو کہ نہیں' باز آتے ہو کہ نہیں؟ کیونکہ یہ عمل شیطان میں سے ہے' یہ نجس اعمال میں سے ہے۔

جس طرح شراب کی حرمت کے بارے میں اور اس پختہ عادت کو چھڑانے کے لیے تدریجاً احکام نازل ہوئے بالکل اسی طرح مرد کی قوامیت کو عورت کے حلق سے اُتارنے کے لیے قرآن مجید نے تدریجی طریق کار اختیار کیا ہے' یعنی مختلف مراحل سے گزار کر' ذہنوں کو تیار کرنے اور طبائع کو آمادہ کرنے کا عمل پورا کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ کڑوی گولی حلق سے نیچے نہیں اُترتی۔ آج بھی عورت اس کو برضا و رغبت تسلیم اور reconcile نہیں کرتی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ (جسے میں بیان کر چکا ہوں) یہ ہے کہ شرفِ انسانیت خود اپنی جگہ مدعی ہے کہ انسان ہونے کے ناطے وہ برابر ہے۔ لیکن یہ جو مرد اور عورت کے درمیان عدم مساوات کی انتظامی ضرورت ہے اس کو کس طرح ذہنوں میں اُتارا گیا' اس کے چند اشارے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

"مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نز د نیلور اسلام آباد" میں

09 تا 11 جولائی 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1۔ جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کئے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2۔ اس کورس سے جو مبتدی/ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ملتزم نصاب کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہو گی۔

3۔ جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہو گی۔

4۔ اس کورس میں وہ مبتدی/ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ملتزم تربیتی کورس سے مستثنی نہیں کرے گی اور مبتدی/ملتزم تربیتی کورس اسے بہر حال کرنا لازم ہو گا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613 / 051-4866055

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

غزوۂ بدر کے بعد وقت تاریخ کے نشیب و فراز سے گزرتا ملت اسلامیہ کو تین براعظموں پر حکمرانی عطا کرتا افغانستان میں آ کر ٹھہر گیا۔ اپنے وقت کی عظیم طاقت برطانیہ اپنی شامت اعمال کے تحت کابل، افغانستان میں آن اتری (6 اگست 1839ء)۔ تاہم بہت جلد شروع ہونے والی گوریلا جنگ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج کو قرار پکڑنے نہ دیا۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ جنرل ایل فنسٹون نے 6 جنوری 1842ء کو 16 ہزار فوجی اور سویلین پر مشتمل نفری کے ساتھ کابل سے جلال آباد کے لیے کوچ کیا۔ کوہ ہندوکش کی جما دینے والی سردی، حملہ آور افغان قبائل کے رحم و کرم پر اپنے وقت کی سپر پاور کی فوج کے اس دستے پر جو کچھ بیتی اسے (2013ء میں) ’دی اکنامسٹ‘ کے ایک لکھاری نے ’’برطانوی فوج پر ٹوٹ پڑنے والا (اس کی تاریخ میں) بدترین سانحہ آفت‘‘ قرار دیا۔ 11 جنوری 1842ء تک افغان حملوں سے براہِ راست، زخمی ہو کر، سردی سے جم کر مرتے مراتے یہ فوج 200 رہ گئی۔ تا آنکہ 13 جنوری تک 16 ہزار کی فوج مٹ چکی صفحۂ ہستی سے۔ آخری برطانوی، اسسٹنٹ سرجن ولیم برائیڈن زخمی حالت میں زخمی خچر پر سوار جلال آباد پہنچنے والا واحد شخص تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ فوج کو کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا: ’’میں ہی فوج ہوں‘‘۔ برطانیہ عظمیٰ کے لیے یہ اتنا ذلت آمیز دھچکا اور بھاری صدمہ تھا کہ برطانوی گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ کی یہ خبر سن کر دماغ کی رگ پھٹ گئی، سٹروک ہو گیا۔ (یاد رہے کہ افغان جنگ میں امریکا کا مایہ ناز خصوصی مشیر برائے افغانستان رچرڈ ہالبروک بھی 2010ء میں شہ رگ پھٹنے سے مرا تھا۔ اُس کے اعصاب پر یہ جنگ سوار تھی۔ آپریشن کے لیے جاتے ہوئے اُس نے کہا تھا: ’’ہمیں افغانستان میں اس جنگ کو ختم کرنا ہوگا‘‘۔ یہی اُس کے آخری الفاظ تھے!)

برطانیہ کے بعد قسمت آزمائی اپنے وقت کی اگلی سپر پاور روس نے کی، جس سے امریکا مسلسل سرد جنگ میں گھلتا رہا۔ اس کا قبرستان بھی افغانستان ثابت ہوا، دس سالہ زور آزمائی کے بعد۔ یہاں بے شمار مافوق الفطرت کرداروں اور کہانیوں نے جنم لیا، جو تاریخ خاموشی سے نگل گئی! صحابۂ کرام ؓ کے دور کی مشابہت لیے ہوئے یہ داستانیں صفحۂ قرطاس پر جگہ نہ پاسکیں۔ اس سے مسلمان نوجوانوں میں بگاڑ کا خطرہ تھا! تاہم تاریخ کی بیش قیمت امانتوں میں سے ایک کردار روس کے خلاف برسرِپیکار ایک فلسطینی مجاہد کا ہے۔ کل اور آج فراعنہ کے لشکر کو کھایا ہوا بھوسہ بنا دینے والی ابابیلوں کی کہانیوں میں سے ایک مبنی برحق اور سچ!

یہ کہانی شیخ تمیم عدنانی کی ہے، جن کے دادا القدس شہر کے والی، سلطنت عثمانیہ کے اہم عہدے دار تھے۔ سقوطِ فلسطین کے بعد فلسطینی ہولوکاسٹ میں شیخ کے والد شام چلے گئے تھے (جہاں شیخ تمیم کو شام کے بڑے بڑے علماء سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا) بعد ازاں سعودی عرب میں ایک کمپنی میں اہم انتظامی عہدے پر تھے۔ افغانستان کے خلاف جہاد شروع ہوا تو یہ شرکت کی سعادت کے لیے آن پہنچے۔ اس جنگ کا ایک معرکہ دیکھیے۔

1985ء، رمضان کا آخری روزہ تھا جب روسیوں نے تین یونٹوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آپریشن کیا، یعنی 3 ہزار فوج مع ٹینکوں، طیاروں اور میزائل لانچروں کے۔ ایک لانچر میں بیک وقت 41 میزائل ڈالے جاسکتے اور بیک وقت سب داغے جاسکتے ہیں۔ یعنی 41 میزائل کا نشانہ جو بن رہا ہے اس کے قدموں تلے پہاڑ بھی لرزنے لگتا! مزید برآں مورٹر، مشین گنیں، بھاری توپیں، پانچ روسی بریگیڈ جن میں سے ایک سپیٹناز بریگیڈ (اعلیٰ ترین کمانڈوز) بھی تھا، حد درجہ تیز رفتار جسے ’روسی بجلی‘ کہا جاتا تھا۔

اس معرکے میں شیخ تمیم ایک درخت کے نیچے بیٹھے کہہ رہے تھے: ’’اے موت دینے والے! میں رمضان کے اس آخری دن شہادت کا طلب گار ہوں، عطا کردے!‘‘

انہوں نے قرآن کی تلاوت شروع کردی، اس حال میں جب ان کے چہرے کے سامنے اور کان کے پاس سے گولیاں گزر رہی تھیں۔ کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ درخت کے نیچے زندہ ہوں گے۔ طیارے بمباری کر رہے تھے، گولے اور میزائل داغے جا رہے تھے۔ جب شیخ تمیم ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر ہوتا تو بار بار دہراتے تاکہ یہ کہتے گولی لگے اور شہادت پائیں۔ جہنم کا ذکر آتا تو تیزی سے گزر جاتے پڑھتے ہوئے، کہ اس وقت گولی نہ لگے! لگاتار 4 گھنٹے گزر گئے، وہ بمباری کی بارش تلے پانچ پارے پڑھ گئے۔ (قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!) درخت جل گیا۔ بمباری ختم ہو گئی۔ شیخ تمیم کہتے ہیں: ’’اُس دن مجھے یہ سمجھ آیا کہ کوئی موت نہیں ہے، کوئی نہیں مر سکتا جب تک وہ خاص لمحہ جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے، آنہیں جاتا۔ کوئی خطرے میں ڈالنے والا خوفناک اقدام مقررہ وقت کو قریب نہیں لاتا۔ نہ ہی تحفظ اور امن موت کو بھگاتا ہے۔‘‘ (موازنہ کیجیے! یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شہادت کے متمنی اور اُدھر مریل بے وجود کورونا کے خوف سے لرزتے ماسک پہنے، دور سے کہنیاں دکھاتے ملاتے کڑیل جوان! سینی ٹائزر بردار، گوشہ نشین!)

سو خواہ یہ روس کے مقابل صف آرا کل کے مجاہدین تھے یا آج دنیا بھر کی فوجوں کی بارات کے مقابل اترنے والے ’’دہشت گرد‘‘ طالبان۔ یہ کرائے کے فوجی نہ تھے۔ بلیک واٹر قبیل کے ملکوں ملکوں سے ڈالر کی خاطر اکٹھے کرکے لائے گئے فوجی کنٹریکٹروں کی سپاہ۔ یہ ریاست مدینہ سے اٹھنے والے (10 سالوں میں) 67 لشکروں کے سے سپاہی تھے، جو جنت کی شہریت پانے کے متلاشی تھے۔ روس کے خلاف جنگ میں جہاد کا احیاء کفر کے لیے حد درجہ خوفناک مظہر تھا، جسے کچلنے ہی کو امریکا نے 20 سال اپنی اور دنیا بھر کی فوجیں افغان کوہساروں سے سر پھوڑنے پر لگا دیں! نتیجہ ایک مرتبہ پھر سامنے ہے!

افغانستان میں روس کے بعد طالبان کی قائم کردہ ’اسلامی امارات‘ دنیا بھر کی حکومتوں، چمکتی دمکتی نہایت مہنگی جمہوریت (امریکی انتخابات کے اخراجات ملاحظہ فرما

لیجیے!) کے بیچ جنگوں سے اجڑی معیشت، قحط زدہ علاقوں والا افغانستان حیرت انگیز نمونہ تھا۔ اس کی مشابہت، ایران اور روم کی بڑی سلطنتوں اور شاندار تہذیبوں کے بیچ نبی ﷺ کے ہاتھوں شریعت کی بنیاد پر اٹھنے والی رحمانی (بمقابلہ شیطانی) ریاست مدینہ سے تھی۔ فاقے سے پیٹ پر بندھے پتھر، لیکن ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی!

کا سماں تھا۔ وہ طرزِ حکمرانی وجود پایا جس میں جرم ناپید تھا۔ خوفِ آخرت سے لرزتا غلطی سے جرم کر بیٹھتا تو خود پیش ہوکر کہتا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے پاک کردیجیے! (دنیا میں شرعی سزا دائماً گناہ دھو دیتی ہے!) جس نظام میں رعایا آرام امن اور راحت پاتی ہے۔ حکمران رات کا ایک حصہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح) پہرا دیتا، قوم کی دیکھ بھال میں سڑکوں پر چوکیداری کرتا ہے اور رات کا باقی حصہ سجدہ ریز ہوکر داڑھی آنسوؤں سے تر کرتا ہے۔ پھر مسلمان غلام ہوگئے تو گورے نے ہر جگہ داڑھیاں منڈوا دیں۔ نہ داڑھی ہوگی، نہ ہی دل گداز ہوکر ربّ تعالیٰ کے حضور آنسو بہائیں گے، شفا پائیں گے! دو صدیوں کی غلامی میں جو نسل پروان چڑھی، اسے دیکھ لیجیے۔

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

اب حکمران جمہوری اسمبلیوں میں گریبان پھاڑتے، کرسیاں کتابیں سروں پر دے مارتے ہیں، مغلظات کی بوچھاڑ ہے۔ وہاں ملا عمرؒ کی امارت میں طالبان کی حکومت! اسلحے سے لدے افغانوں (جسے وہ زیور سمجھتے تھے) سے حکومت نے ایک حکم پر اسلحہ لے لیا۔ چھینا نہیں! عوام کا حکومت پر اعتماد اتنا تھا کہ شرعی قوانین کے نفاذ کے بعد پورا افغانستان جرم سے پاک ہوگیا تھا۔ سو اب اسلحے کی ضرورت نہ تھی! اتنی کمزور معیشت پر بھی پوست کی کاشت حکماً بند کردی اور پورے ملک کے طول وعرض سے (پہلے دنیا بھر کی سپلائی ہوتی (براستہ پاکستان بھی) ہیروئن ومنشیات ختم کردی گئیں۔ امریکا تلے 20 سالوں میں پوست اور ڈرگز سپلائی عروج پر رہی۔

امن، ملا عمرؒ کے ہاں مثالی تھا۔ گورنر ہاؤس میں پورا عملہ، گورنر، وزراء، چوکیدار، مالی، ڈرائیور ایک ہی دسترخوان پر جنگ زدہ معیشت میں (امریکا نے معاشی ناکہ بندی بھی تو کر رکھی تھی!) یکساں کھانا کھاتے۔ قہوہ اور روٹی اگر مزدور کھا رہا تھا تو گورنر کا لنچ، ڈنر بھی یہی تھا۔ نماز کے وقت دکانیں کھلی چھوڑ کر سبھی مساجد میں سجدہ ریز ہوتے، ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز! محمود غزنویؒ کی سرزمین از سرنو وہی مناظر لیے سج سنور گئی۔ اب دنیا کے حکمران، سیاست دان لرز اٹھے۔ طالبانائزیشن کی اصطلاح کا کوڑا لہرایا گیا کہ اب یہ نظام برآمد ہوگا۔ جہاں سڑک کنارے بیٹھا منی چینجر، فرش پر چادر دھرے ڈالروں، ریالوں کے ڈھیر، ایک چادر سے ڈھانپ کر، کنارے پر پتھر رکھ کر (ہوا سے اُڑ نہ جائے) بے خوف نماز کے لیے جاسکتا ہے۔ شریعت کی حکمرانی، قانون کا بلاامتیاز نفاذ، انصاف کی فراہمی ایسی تھی۔ تکلیف کا سامان دنیا کے لیے یہ بھی تو تھا کہ کمیونسٹ دور کی کم لباس حسینائیں، کابل کے سینما گھر کلب، سب خواب وخیال ہوگئے۔ نہ مہ رُخوں کے جلوے نہ فلم موسیقی، شراب، شباب، رباب۔ سبھی منظر اجڑ گئے۔ گویا شیاطین اور چڑیلیں ویران روتی پھرتیں، کابل میں داخلہ ممنوع پاکر! یہ طبقہ ملک چھوڑ گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر وہی منظر بننے کو ہے۔ گوروں کے غلام، فدوی مددگار افغان ترجمان غیر ملکی فوجوں کے انخلاء پر ویزہ طلب ان کے سفارت خانوں میں ڈیرہ جمائے ہیں۔

۞۞۞

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت کھوکھر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم فل ایجوکیشن، قد "5'.5 کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0343-4489863

☆ لالہ موسیٰ کی رہائشی رفیقہ تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم فل، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0324-6907141

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جولائی 2021 ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ

مشمولات

☆ اسلاموفوبیا سے اسلاموفوبک دہشت گردی تک — ایوب بیگ مرزا
☆ قانون تحفظ ناموسِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ — محمد رشید عمر
☆ شہد کی مکھی: اللہ کی قدرت کی عظیم نشانی — ڈاکٹر محمد سرشار خان
☆ حُبّ النبی ﷺ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ مطالعۂ تاریخ — انجینئر مختار فاروقی
☆ بیت المقدس اور ہیکلِ سلیمانی — رضی الدین سیّد
☆ علمِ تفسیر اور مفسّرین کرام — پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ سرگودھا

22 مئی 2021ء کو امیر محترم حفظہ اللہ نائب ناظم اعلیٰ شرقی زون محترم پرویز اقبال اور بزرگ محترم عبدالرشید رحمانی کی معیت میں سرگودھا کے لیے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے بھلوال میں جواد ٹاؤن پہنچے، جہاں حلقہ کے منفرد رفیق جواد اور امیر حلقہ کے معاون ہارون شہزاد نے امیر محترم کا استقبال کیا۔ امیر حلقہ بارش کے باعث تھوڑی تاخیر سے پہنچے۔ جواد احمد نے اپنے احباب اور قریبی عزیزوں کو اپنی رہائش گاہ پر مدعو کیا ہوا تھا۔ امیر محترم نے جواد احمد سے رمضان المبارک میں اُن کے والد محترم کے انتقال پر تعزیت فرمائی اور مدعو مہمانوں سے ’’ہماری دینی ذمہ داریاں‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد نمازِ عشاء اور درسِ قرآن کے لیے مسجد جامع القدس مصطفیٰ ٹاؤن بھلوال تشریف لے گئے۔ جہاں مولانا سیف اللہ کبیر پوری نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ امیر محترم نے مسجد ہذا میں نمازِ عشاء کی امامت فرمائی اور پھر 45 منٹ کا خطاب ’’مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق‘‘ فرمایا۔ موسم کی خرابی کے باوجود شرکاء کی تعداد کافی بہتر تھی۔ اس کے بعد امیر محترم بھلوال سے مرکز تنظیم اسلامی سرگودھا مسجد جامع القرآن تشریف لے آئے۔ جہاں نائب امیر حلقہ ڈاکٹر جاوید اقبال اور مقامی امراء اور صدر انجمن خدام القرآن جناب مقبول حسین نے امیر محترم کو خوش آمدید کہا۔ امیر محترم نے مرکز میں ہی قیام فرمایا۔ امیر محترم کی سرگودھا آمد سے قبل ہی سرگودھا، جوہر آباد، میانوالی اور بھکر سے رفقاء سرگودھا مرکز پہنچ چکے تھے۔

23 مئی نمازِ فجر کے بعد امیر محترم نے درسِ قرآن دیا۔ صبح 8:00 بجے پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن حکیم اور نعتیہ کلام سے ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے ابتدائی کلمات میں امیر محترم اور معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور اُن کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے امیر محترم کو حلقہ کے جغرافیائی حدود سے آگاہ کیا اور اپنے نظم کا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد مقامی امراء اور منفرد اسرہ کے نقیب خالد وسیم نے اپنے اپنے نظم کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد امیر محترم کی رفقاء کے ساتھ سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ 11:00 بجے امیر محترم کی امراء، نقباء، معاونین حلقہ اور صدر انجمن سرگودھا سے ملاقات ہوئی۔ امیر محترم نے رفقاء کی آپس میں محبت اور آپس کے تعلقات کو مضبوط کرنے پر زیادہ ترغیب وتشویق دلائی۔ اس ملاقات کے دوران باقی رفقاء نے بانیٔ محترم کے ویڈیو خطاب سے استفادہ کیا۔ 12:50 پر نمازِ ظہر کا وقفہ ہوا۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد امیر محترم نے 1:30 پر رفقاء تنظیم اور اُن کی طرف سے خصوصی طور پر مدعو کیے گئے زیر دعوت احباب (200 کے قریب شرکاء) سے ’’خلافت راشدہ کا قیام/ ہماری ذمہ داریاں‘‘ پر جامع خطاب فرمایا۔ جسے حاضرین مجلس نے بڑی دلجمعی سے سماعت فرمایا۔ آخر میں پوری امتِ مسلمہ کے اتحاد اور نظامِ خلافت کے قیام لیے اجتماعی دعا فرمائی۔

تمام شرکاء کے ہمراہ ظہرانہ کے بعد رفقاء و احباب نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعتِ مسنونہ فرمائی۔ کچھ دیر آرام اور نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد امیر محترم، نائب ناظم اعلیٰ پرویز اقبال اور امیرِ حلقہ جوہر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ میانوالی اور سرگودھا کے رفقاء بھی جوہر آباد روانہ ہوئے۔ جہاں حلقہ کے معاونِ دعوت ثاقب قریشی نے منفرد اسرہ کے نقیب خالد وسیم صاحب کے ہمراہ اپنے نجی کالج (ریڈر کالج) میں امیر محترم اور مہمانوں کا استقبال کیا۔ نمازِ مغرب امیر محترم نے کالج میں سورہ توبہ کی آیات 111 تا 112 کی روشنی میں ایک گھنٹے کا خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد 150 سے زائد تھی خطاب کے بعد 8 احباب نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس دوران جوہر آباد کے مولانا اظہار الحسن نے امیر محترم سے ملاقات فرمائی۔ باہمی تعارف ہوا اور مولانا نے امیر محترم کے خطبات کی تحسین فرمائی۔ یہیں نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ رات 10:30 بجے سرگودھا مرکز واپسی ہوئی اور مرکز میں قیام فرمایا۔

امیر محترم نے 24 مئی بعد نمازِ فجر سرگودھا میں جاری مبتدی تربیتی کورس میں شریک رفقاء کو سورہ زمر کی آیات 54 تا 57 کی روشنی میں درسِ قرآن دیا۔ بعد نمازِ عصر امیر محترم، نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ سرگودھا کے تنظیمی مرکز کے قریب واقع ایک بڑی دینی درسگاہ جامعہ مفتاح العلوم تشریف لے گئے۔ جہاں مفتی طاہر مسعود سے ملاقات طے تھی۔ انہوں نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ باہمی تعارف ہوا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ وہ اکثر امیر محترم کے خطبات سماعت کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے تحسین بھی فرمائی۔ یہ ملاقات آدھا گھنٹہ جاری رہی۔ آخر میں مفتی صاحب نے تمام مہمانوں کو ایک ایک دینی کتاب ہدیہ کی اور مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ صبح ساڑھے نو بجے امیر محترم، نائب ناظم اعلیٰ، بزرگ ساتھی رحمانی صاحب اور امیر حلقہ کے ساتھ جامعہ ضیاء العلوم تشریف لے گئے۔ جہاں مولانا عطاء اللہ بندیالوی نائب امیر جمعیت اشاعت التوحید وسنہ نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ ان کے ساتھ درسگاہ کے دیگر علماء اکرام بھی موجود تھے، باہمی تعارف ہوا۔ حالات حاضرہ اور ہماری دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ ملاقات کے آخر میں مولانا صاحبان نے مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد امیر محترم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پونے گیارہ بجے پر سرگودھا بار کونسل تشریف لے آئے۔ سرگودھا بار کے صدر عدیل اقبال سلہریا اور معتمد حلقہ نے امیر محترم کا استقبال کیا۔ امیر محترم بار ہال میں ’’امتِ مسلمہ، پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا اور آخر میں دُعا بھی فرمائی۔ سیکرٹری بار ملک شہزاد اعوان اور صدر بار عدیل اقبال سلہریا نے باری باری امیر محترم کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ کے لیے اپنے بھرپور تعاون کا یقین بھی دلایا۔ صدر و سیکرٹری بار امیر محترم اور اُن کے ساتھ دیگر مہمانوں کو اپنے آفس لے آئے۔ آپس کی گفتگو اور چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد امیر محترم نے اجازت چاہی۔ اس طرح صدر و سیکرٹری بار، امیر حلقہ اور حلقہ سرگودھا کے ذمہ داران بار روم کے آخری دروازے تک امیر محترم کو الوداع کہنے آئے۔ امیر محترم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پونے ایک بجے سرگودھا سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ (مرتب: معتمد حلقہ سرگودھا)

حلقہ پنجاب جنوبی کے زیر اہتمام مسلمانوں پر جاری مظالم کے خلاف مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کی سطح پر 19 مئی بروز بدھ کو چوک نواں شہر ملتان میں ساڑھے چار بجے ایک بھرپور مظاہرہ منعقد ہوا۔ ملتان کے باہر کے رفقاء بھی تشریف لائے۔ ناظم مظاہرہ جناب عرفان بٹ نے رفقاء کو منظم طریقے سے چوک میں کھڑا کیا۔ رفقاء نے ٹی بورڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ جن پر مختلف عبارتیں تحریر تھیں۔ نمازِ عصر کے بعد رفقاء ریلی کی صورت میں ابدالی روڈ پر پریس کلب اور نوائے وقت اخبار کے دفتر کے آگے سے گزرے۔ دونوں مقامات پر کچھ دیر کھڑے بھی رہے۔ اخباری نمائندوں نے مظاہرے کی تصاویر بھی لیں۔ لوگوں نے رفقاء کے منظم مظاہرے کو سراہا۔ دو سو سے زائد رفقاء نے مظاہرے میں شرکت کی۔ یہ مظاہرہ تقریباً دو گھنٹے جاری رہا۔ اختتام پر محترم سلیم اختر نے مختصر بیان کیا۔ اس کے بعد ناظم مظاہرہ عرفان بٹ نے دعا کرائی۔ مظاہرہ کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

Was Quaid-e-Azam's Pakistan meant to be a secular state?

By brother Qamar Islam

There is a small group of so-called 'liberals' in Pakistan with strong links in the media and the ruling elite. Their agenda is to promote western ideas, thoughts and cultures in the Pakistani society and to malign everything Islamic. One such article, authored by K Hussan Zia, appeared on the website https://www.globalvillagespace.com/.

The tract below by brother Qamar Islam is a response to rebut that article.

The argument for Pakistan's creation was the two-nation theory i.e., that Muslims and Hindus were two separate nations on the basis of their religion and their way of life. Since Islam defined all aspects of a Muslim's life, be it individual or collective, it was impossible for Muslims in combined India to adhere to Islam fully. Muslims, therefore, needed a separate country of their own where they could live their life in complete accordance with Islamic teachings.

Notwithstanding that their view contradicts the very basis of Pakistan's creation, a small group of liberals has consistently repeated the mantra that Pakistan should be a secular state since Quaid-e-Azam wanted it so.

They quote a few sentences from some of his speeches, the most quoted one being that of 11 August 1947, imputing their own meanings while ignoring scores of other speeches he made during the decades' long struggle for Pakistan in which he unequivocally declared his vision for Pakistan as a country where Muslims could live their life according to the dictates of Islam.

History scholars have shown the fallacy of the liberal argument and shown that the Quaid, in contrast to his western appearance had a religious upbringing, was religious in his outlook, and wanted the affairs of the state to be conducted in accordance with the teachings of Islam. *(Jinnah's Vision of Pakistan by Dr. Safdar Mahmood in Pakistan Journal of History & Culture, Vol. XXIII/1, 2002.)*

In his speech to the Karachi Bar Association on *Eid Miladun-Nabi*, the Quaid revealed that he decided to seek admission in Lincoln's Inn for his Bar-at-Law because it included the name of the Holy Prophet of Islam in the list of great lawgivers of the world!

Inaugurating the State Bank of Pakistan on 1st July 1948, he said:

"I shall watch with keenness the work of your Research Organization in evolving banking practices compatible with Islamic ideas of social and economic life. ...."

"We must .... present to the world an economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice."

Can we still say that Quaid was secular and wanted state affairs to remain independent of Islam?

Rampant differences

Some have argued that by enforcing Islam, we would be coercing the non-Muslim Pakistanis to live under a system they may dislike. One can ask a counter-question i.e. Is it correct and fair to force over 90% of Pakistanis who are Muslims, to live under a Secular system against their wishes because of their 10% non-Muslim brethren?

Historically, non-Muslims have flourished under

brethren?

Historically, non-Muslims have flourished under Islamic governments for centuries and felt more secure than in non-Muslim countries.

Differences among Ulama are also advanced as a reason for the impracticability of the Islamic System. Any such suggestion is deceitful since, in 1951, 31 eminent Ulama belonging to all sects in Islam and all regions agreed on 22 guiding principles for framing the constitution. On the issue of Riba, all sections of the Ulama have declared it as haram. These are just two examples.

The liberals may be asked, do they believe that Islam lacks guidance for governance and collective life of a Muslim society? Or is it that they consider Islam's teachings inferior and impracticable, something that will question one's belief in Islam and its truthfulness.

While Quaid wanted an Islamic form of government, 73 years after his death, it is more relevant to ask what Islam dictates and what the people of Pakistan want.

Being the true democrat that he was, Quaid would be asking the same questions today.

Devotion to Islam

Islam is a complete code of life revealed by Almighty Allah Himself that covers all aspects of individual and collective life and which was expounded in theory and practiced by his last Messenger. It is not a system devised by scholars as some would like us to believe. Scholars merely explain what is contained in the Quran and Sunnah.

Complete implementation of Islam in society is a collective responsibility. The task for the liberals is clear-cut i.e., they need to demonstrate that Islam provides no guidance for government affairs.

The following two instances from the Holy Quran provide instructions for those in power.

"Those who, were we to bestow authority on them in the land, will establish prayers, render Zakah, enjoin good and forbid evil……"*(Surah Al-Hajj, Ayah 41)*

"… Those who do not judge according to what Allah has sent down are the disbelievers." "… they are the unjust." "… they are the sinners." *(Surah Al-Ma'idah, Ayah 44,45,47)*

The Holy Quran provides broad principles in some areas and detailed instructions in others. There is clear guidance for matters of inheritance, hudood, treatment of the minorities, foreign relations, setting up of department for enjoining good and forbidding evil, etc. All these are the realm of a country's government.

As for what the people of Pakistan want, they love Islam and their Prophet and have demonstrated this time and time again. They have overwhelmingly supported all Islamic movements that took place at various times. The establishment of the Islamic form of government is then an unfulfilled aspiration of the people and unfinished agenda of the creation of Pakistan.

NOTE

Published by Global Village Space; Link: *https://www.globalvillagespace.com/was-quaid-e-azams-pakistan-meant-to-be-a-secular-state/*

The author is a retired IT Professional with degrees in Engineering (Lahore), Masters in Computer Engineering (USA) and Business Administration (UK) with 34 years of professional experience working in the USA, Pakistan, and Saudi Arabia in well-known companies. He is also a member of Tanzeem-e-Islami founded by Late Dr. Israr Ahmed with its ultimate aim of establishing Islamic form of Government (Khilafah) in Pakistan.

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.24

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore